کال گرل

آشا رانی

حسینہ پاکٹ بکس

کال گرل

آشارانی کے ناول آپ نے حال ہی میں پڑھنے شروع کئے ہیں۔ لیکن شاید آپ آشارانی کے قلم کی جاذبیت نشتریت اور انداز تحریر کی روانی کا لوہا مان چکے ہیں۔ ہمہ دست ناول کال گرل ان کی شعلہ بار تصنیف ہے ناول کے اختتام پر آپ چونکیں گے، سوچیں گے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس کے بعد مدتوں سوچتے رہیں گے۔ اپنے معاشرے میں ایسے کردار تلاش کریں گے اور اسی نتیجے پر پہونچیں گے کہ ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ جو بھیڑ کی کھال میں بھیڑیئے ہیں۔ اور جن سے سماج داغدار ہے۔

(ناشر)

سے ایک اسپرو کی ٹکیہ ادھار مانگنا چاہتی تھی۔ دوسری یا تیسری بار جانے پر اس کی ہمت ہوئی —

"نکال دس کا سکّہ ——" بابو رام لالہ نے اپنی دھوتی سمیٹتے ہوئے کہا تھا۔

"ادھار دیدو لالہ —" وہ روسی دی۔

"ادھار بند ہے — وہ دیکھو بورڈ پر لکھا ہے" آج نقد کل ادھار" وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

اور ریکھا تلملا کر چلی آئی تھی۔

پڑوس میں چاچی بیراں کے گھر وہ بنا سوچے سمجھے گھس گئی۔

چاچی بیراں کے شوہر بیر سنگھ کسی صاحب کے یہاں ملازم تھے۔ ایک لڑکا موٹر کے کارخانے میں کام سیکھنے جاتا تھا۔ چاچی دن بھر میٹھی ڈکاریں لیتی رہتی تھیں یا پھر گنگ چبانی سی بیٹھی رہتی تھی کیونکہ گنگ چاچی بیراں کے ہیر گرداس پور سے اس کا بھائی ہزارے دے جایا کرتا تھا۔

وہ بھیگی بلّی بنی ہوئی چاچی کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

چاچی بیراں نے زبردست ڈکار لی۔ پھر بولی۔

"کیوں آئی ہے مری — تیری ماں کیسی ہے۔ اور وہ آٹا جو لے گئی تھی دو گلاس بھر کے۔ کب لوٹائے گی — ؟"

"ماں آجائے گی تو لوٹا دوں گی چاچا —، چن کو بخار ہو گیا ہے۔ تانگہ کے کرائے نہیں ہے نہیں تو ہسپتال لے جاتی — ایک روپیہ —،" اس نے یہیں تک کہا تھا کہ چاچا زور زور سے بول پڑی۔

نے کنکھیوں سے جگو کی جانب دیکھا۔ پھر بولی۔

" باہر کام گیا ہے۔" ابھی تے ناول کا صفحہ موڑ کر جواب دیا

" اچھا مسٹر جگدیش میں تھوڑی دیر بعد لوٹوں گا۔ برج بالا جی۔

یہ اپنے خاص ملنے والے ہیں۔ ان کا خاص خیال رکھنا۔ ساری

مسٹر جگدیش! اس نے جگو کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

" مجھے ضروری کام یاد آ گیا ——— لوٹ کر تم سے گفتگو کر سکونگا۔

" کوئی بات نہیں ——— میں آپکا انتظار کر لوں گا۔"

" دروازہ بند کر لو ——— برج بالا جی! آج کل چالان بہت

ہو رہے ہیں ——— اپنی رجسٹرڈ فرم ہے کیور کہتا ہوا باہر چلا گیا

" برج بالا جو دیکھنے میں ننھی سی بچی لگتی تھی جگو جیسے چوڑے

چکلے جوان کو دیکھ کر مسکرائی اور پھر اس نے بلا وجہ انگڑائی لے ڈالی۔

جگو مسکرایا۔

اس لڑکی کی چھاتیاں اتنی ننھی ننھی تھیں کہ انگڑائی لینا بھی مضحکہ خیز

معلوم ہوا تھا۔ لیکن بحیثیت مجموعی وہ بری نہیں تھیں ——

تنگ موری کے پاجامے اور خوب تنگ قمیص میں وہ اچھی خاصی گڑیا معلوم

ہوتی تھی اس میں نہ تو ریکھا جیسی صباحت تھی اور نہ ہی اس کا جسم خوب

گدرایا ہوا تھا ——— پھر بھی وہ عورت تھی۔ اس کی مسکراہٹ میں

جانے کیا جادو تھا کہ جگو نے ایکدم بڑھ کر اسے آغوش میں لے لیا۔

وہ گڑیا کی طرح سمٹ کر اس کی بانہوں میں آ گئی۔

وہ اس کو اٹھا کر اپنے سینے سے چمٹا چکا تھا۔

" چلو ——— اندر چلیں ———" وہ سانس لیتے ہوئے بولی۔

جگرا ے گود میں اٹھائے ہوئے ہی ایک پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔

اندر ایک بڑا سا صوفہ بیڈ پڑا ہوا تھا۔

وہ دیکھنے میں ننھی سی لڑکی تھی لیکن اس نے جگو کو خوش کر دیا۔ اور جگو کے دماغ میں اس وقت۔ جب کہ وہ ایک طوفانی دور سے گزر چکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے خیال آیا کہ اگر قدرت عورتوں اور مردوں کو فری سائز نہ بناتا تو بڑی مشکل پیش آجاتی۔

اس لڑکی برج بالا نے اُسے اسقدر محظوظ کیا کہ وہ کپور کا گرویدہ بن گیا۔ ایک گھنٹہ بعد جب کپور مسکراتا ہوا واپس آیا تو برج بالا نے اُسے بائیں آنکھ دبا کر اشارہ کیا۔ کپور مسکرایا۔

"میرا خیال ہے تمہیں انتظار میں زحمت نہیں ہوئی ہوگی۔"

"جب اتنی اچھی ساتھی ساتھ ہو تو زحمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" جگو مسکرایا۔

"آئیے بیٹھیں۔" ہانپتے ہوئے جگو کا ہاتھ تھام کر کپور بولا اور تھوڑی دیر بعد جب وہ کپور کے آفس سے باہر نکلا تو وہ مکمل طور پر اس کا گرویدہ بن چکا تھا۔

—⁂—

ساری رات وہ سو نہیں سکی تھی۔

صبح اس کی زندگی میں نیا سورج طلوع ہوا تھا۔

آٹھ بجے ہوں گے آنند آ پہنچا۔ ابھی وہ منہ ہاتھ دھو رہی تھی جب دروازے پہ کار کا ہارن بجا اور بچوں کے شور مچانے کی آواز بھی سنائی دی تھی۔

وہ منہ دھوتی ہوئی دیکھا چونک اٹھی۔۔ ایک منٹ بعد ہی دروازہ پیٹا گیا۔ چمن نے دوڑ کر دروازہ کھولا۔ اور دیکھا گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔۔۔ اس نے محلے والوں کو دیکھا تھا جو آنند کے ساتھ ہی اندر گھس آئے تھے۔ آنند مسکرا مسکرا کر سب کو نمستے کر رہا تھا۔ اس نے گھونگھٹ ڈال لیا۔۔۔ بوڑھی ماں اس وقت ہوش میں تھی۔ دماغ خراب نہیں تھا۔۔ وہ اپنی کھاٹ سے اٹھی اور اپنی لکھی ہوئی اوڑھنی سنبھالتے ہوئے آ کھڑی ہوئی۔ اس نے اس وقت غصہ کھایا نہیں کیا تھا۔ بلکہ بڑے پیار سے

اس سے پوچھا۔

"یہ کون ہے بٹیا۔؟"

اس نے کچھ نہیں کہا۔

چمن نے بتایا ہے۔

"ماں۔ ماں ––– اپنا دیدی کا بیاہ ہو گیا ہے نا۔ یہ ہی ہمارے جیجا جی ہیں –––"

بڑھیا ایک لمحے تک اس خوب صورت نوجوان کو دیکھتی رہی پھر اس نے وفورِ جذبات سے آگے بڑھ کر آنند کی چٹا چٹ بلائیں لینے لگی۔

"ارے ماں ––– یہ دیکھا تو کہتی تھی کہ تم پاگل ہو پر –––" آنند نے مسکرا کر اپنی ساس سے کہا۔

"یہ تو بیٹے ہی گھسا کھانی ––– " بڑھیا پھر سنک گئی۔ "تو ہوائی جہاز چلاتا ہے کیا بیٹا ––– میرا پتی بھی ہوائی جہاز چلاتا تھا۔ منشی جی سے دو چار چار چار آنے ––– ملے تو سمجھا دن آئیں پنہلتے بر جائیاں۔ بارہ برس گھٹن گیا تے کھٹے کے لے آیا چیلیاں۔"

بڑھیا ناچنے لگی۔

آنند حیرت و استعجاب کے عالم میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سب بچے عورتیں مرد جو گھر میں اسے دیکھ کر گھس آئے تھے ہنس رہے تھے۔ ریکھا نے ماتھے کے پاس انگلی گھما کر اشارے سے آنند کو بتایا۔

"اس کا تو دماغ خراب ہے –––"

"خیر! میں علاج کراؤں گا ان کا ۔" آنند نے آہستہ سے کہا ۔ جمنی نے تین ٹانگ کی کرسی لاکر رکھ دی تھی جس پر آنند اس طرح بیٹھ گیا جیسے اس کا اپنا گھر ہو۔

"ریکھا کا دولہا ۔۔۔ ریکھا کا دولہا۔" محلے بھر میں یہی آواز گونج رہی تھی ۔

"اب تم تیار ہو جاؤ جلدی سے ۔" آنند نے بڑی محبت سے ریکھا سے کہا۔

"غریب سسرال کی چائے نہیں پیئں گے ۔۔۔؟" ریکھا نے آہستہ سے کہا۔

"آں ہاں کیوں نہیں ۔ لیکن وہاٹ از کامپلیکس ۔۔۔ دنیا میں امیری غریبی تو سب چلتی ہی رہتی ہے ۔ لیکن انسان کو امیری غریبی کے پیمانے پر نہیں تولا جا سکتا ۔ انسان کو اس کی انسانیت اور خوبیوں سے پرکھنا چاہیئے ۔" آنند نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"جس گھر میں تم جیسی لکشمی رہتی رہی ہو، وہ گھر غریب کیسے ہو سکتا ہے ۔۔"

"تم دھنیہ ہو بیٹا ۔۔ " چاچی بیراں نے اس کی بات سن کر کہا ۔ سچ سچ ریکھا بیٹی اس محلے کی ہیرا لڑکی ہے ۔۔ ہائے محلہ سونا ہو گیا ۔۔۔ اب ۔۔۔ چاچی بیراں آنسو ڈالنے لگی ۔

آنند بہت متاثر ہوا تھا ۔ شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ وہی چاچی بیراں ہے جس نے ایک دن اسے ایک روپیہ ادھار نہیں

رہا تھا تاکہ وہ اپنے بھائی کو ہسپتال لے جا سکتی۔
جب ریکھا کار میں بیٹھ کر بڑی شان کے ساتھ اپنے بھائی اور ماں کو لیکر محلے سے وداع ہوئی تو کار کے پیچھے پیچھے سارا محلہ چل رہا تھا۔ آنند نے اس مکان کو تالا لگوا دیا تھا۔ ریکھا نے اپنا خاص خاص سامان ڈکے میں رکھ لیا تھا۔
سبھی ریکھا کے عقد کو سراہ رہے تھے۔ اور کچھ لوگ دبی زبان سے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ریکھا نے چھینالا کر کے اس رئیس زادے پر جادو کر دیا ہو گا ۔۔۔ ایک صاحب نے یہ بھی انکشاف کر دیا تھا کہ ریکھا کا پتی اسے رکھیل بنا کر لے گیا ہے، ایک نے بتایا تھا کہ وہ یقیناً بھنگی چمار یا کسی اور نیچی ذات کا ہو گا تبھی اس نے اس کے ساتھ شادی کر لی ہے۔
اور ان سب سے الگ جگو۔
بڑے اطمینان سے اپنے ایک یار کے لمبریٹا اسکوٹر پر کافی فاصلے سے کار کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس کا یار اشوک اسکوٹر ڈرائیو کر رہا تھا۔
"یار میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تو اس کا پیچھا کیوں کر رہا ہے؟"
لالہ رام دیال کے بیٹے اشوک نے پوچھا۔
"ابے سالے رہا یونہی گھامڑ کا گھامڑ ۔۔۔ بڑا موٹا مال کٹے گا۔"
"کیسے ۔۔۔؟"
"وہ سالی ریکھا ہے نا ۔۔۔ وہ سالی ٹیکسی ہے ٹیکسی۔ میرے کو سارا پتہ ہے ۔۔۔"

"ہیگی —"

"اور کیا، میرے کو ساری بات معلوم ہو گئی ہے۔ میں نے بھی ایک بار ہی اُسے پایا ہے، ہے عجب کی زور دار چیز، ایسا دانہ تو پوری کالونی میں نہیں ہے — اب پیارے کچھ بات ایسی بن گئی ہے کہ نادان ٹکی کٹے گا اور موج بہار لگی ہوگی — اُسے تو پھر اپنے آگے لیٹنا ہوگا —"

"ہاں تو اب وہ تیار نہ ہوئی تو —"

"تو سالی کو طلاق دلوا دوں گا —— اتنا رئیس آدمی کیسے برداشت کریگا کہ اس کی بیوی ٹیکسی رہی ہو —"

"تم کیا ثبوت دوگے کہ وہ چلتی رہی ہے —"

"دنیا جانتی ہے —— اس کا دلا کئی کئی جگہ مل چکا ہے — اور تو اور میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ اس سالی کی بائیں ران میں بدم ہے — بڑا سا گلابی نشان —— بتاؤں گا کہ وہ میرے ساتھ بھی سو چکی ہے۔"

"یار یہ ہے بڑی بات —"

"ابے یہ تو تبھی بات بنے گی جب وہ راضی نہ ہوئی۔ تیرے جو سکھے ایک آدھ بار یاروں کا دل خوش کردے اور دو چار سو کا معاملہ بن جائے بس کافی ہے —" جگنو نے سامنے جاتی ہوئی کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ابے تیز کر نہیں تو نکل جائے گی۔"

"لے وہ تو سترہ نمبر میں گھس گئی —"

"بس پیارے یو ٹرن لے لو —"

ڈشو کے نے اسکوٹر دا گیس لے لیا۔

"تمہارا پلان کیا ہے ــــ؟"

"ٹھنڈا کر کے کھانے کا ــــ" جگو نے بڑے اطمینان سے جواب دیا ــــ اشوک کچھ نہیں بولا ــــ تھوڑی ہی دیر بعد وہ سجاتا روڈ پوسٹ آفس سے کپور کو فون کر رہا تھا ــــ

"نمبر سترہ پٹیل نگر ــــ وہ حرامزادی دہیا گئی ہے ــــ"

"بس ٹھیک ہے جگدیش جی ــــ وفتر آرہے ہو ــــ؟"

"ہاں آؤں گا ــــ پر مجھے ڈاج ہی چاہیئے ــــ"

"ڈاج ٹرپ پر گئی ہے ــــ لائی لینڈ مل جائے گی ــــ"

کپور کی آواز آئی ــــ

"چلے گا ــــ اپنے پاس مال بھی زیادہ نہیں ہے ــــ"

"وہ تو ہو گا ہی ــــ" کپور ہنسا ــــ "کپور کے ہر دوست کے پاس کافی مال ہے ــــ کوئی غریب نہیں ہے ــــ"

اس نے ریسیور ہک سے لٹکا دیا ۔ اور باہر نکل آیا ــــ

ـــ ٭ ـــ

"تم نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا ۔ ؟" کہتے ہوئے ریکھا کی آنکھیں بھر آئیں ۔

"میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ زندگی یوں بھی اپنا رخ پلٹ سکتی ہے ۔ ؟"

"اب ان خیالات سے خود کو آزاد کرو کہ تم کیا تھیں ۔ اب تو یہ سوچو کہ تم کیا ہو ۔ تم اب مسز آنند ہو ۔ آنند جو اپنی زندگی کا ایک خاص مشن شروع کرنے والا ہے ۔ آنند نے اس کے گداز سینے میں منہ چھپا لیا ۔ اور گال اس کی چھاتیوں سے رگڑتا ہوا بولا ۔

"تمہارا جسم میں جادو ہے ۔ اس جادو کو کھلا رہنا چاہیئے ۔ تم نے تو اس طرح مجھے گرفتار کیا ہے کہ ۔" اس نے اس کو لباس سے عاری کرنا شروع کر دیا ۔

"اوہو ۔ کچھ تو خیال کرو ۔" وہ سمٹتی ہوئی بولی ۔ دوسرے

کمرے میں مین موجود ہے۔

"وہ ریڈیو گرام میں اُلجھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا اتنی دیر میں تمہارے حسن کی رعنائیوں سے الجھ لوں۔"

وہ اس کے گھنیرے نرم بالوں میں انگلیاں جھنجھناتے ہوئے بولا —" اجازت ہے — ؟"

"ان رعنائیوں کو بہار تم نے بخشی ہے آنند — تم ہی ان کے مالک ہو اور مالک کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

وہ اس کے سینے سے چپک سی گئی — اس نے ایک سسکاری بھی لی تھی۔ یہ سسکاری جو علامت ہوتی ہے اس مقصد کی رضامندی کے جو فطرت کے اصولوں کے عین مطابق ہوتا ہے۔

اور سمجھدار نوجوان جان گیا کہ لوہا گرم ہے اس پہ ہلکی سی چوٹ ہی کافی ہوگی۔ وہ جوانی کی آنچ سے تپ کر سرخ ہی نہیں تھی پگھل بھی گئی تھی — اور آنند شباب کے ابلتے ہوئے سوتے سے اپنی روح سیراب کرنے کی سعی کر رہا تھا۔

"بڑی مشکل سے رات کٹی ریکھا —" وہ ہانپتے ہوئے بولا —

"اور میرا خود برا حال رہا — تمہارے پاس کوئی جادو ٹونا تو نہیں ہے میرے جیون ساتھی —" وہ ہولے سے کراہتی ہوئی بولی —

"میری زندگی — محبت بجائے خود ایک جادو ہے۔ محبت کب ہو جائے۔ دل کب آ جائے کسی کو علم نہیں ہوتا۔"

"ایک مو یہ —— تو کیا موٹر کرے گی ری ۔ اری ہسپتال تک تو رکشہ جائے گی چھ آنے کی ——"

"پر میرے پاس تو ایک آنہ بھی نہیں چاچی ——"

"تو میں کیا کروں ری —— تم لوگوں کی تو عادت ہی خراب ہے جب دیکھو ادھار دینے کا نام نہیں ——" وہ اتنے اونچے لہجے میں بولی تھی۔ کہ گلی سے گذرتے ہوئے کانی تائی نے سن لیا تھا۔ کانی تائی اپنے ایک بھتیجے کے ساتھ رہتی تھی۔ کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ گھر کا ہر آدمی پاکستان میں مارا گیا تھا۔ کانی تائی نے زور سے دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھا تھا۔

"اری بہن کیا بات ہے لڑ رہی ہے۔

"یہ ہے منشی جی کی لونڈیا —— ادھار مانگ رہی ہے —— بھلا اپنے یہاں کو بھنڈارہ بھرا ہوا ہے۔ پہلے جو لے گئی تھی وہ تو دیا نہیں گیا۔"

"لوگوں کی عادتیں بہت خراب ہو گئی ہیں —— مفت ملے کھانے کو تو کون جائے کمانے کو" کانی تائی نے اپنی داہنی آنکھ چمکاتے ہوئے کہا تھا۔

"اب دیکھو اس بیچاری کملا بہن کو دوصوا ہے سارا دن ردی چھانٹتی ہے لالہ دین دیال کے یہاں بارہ آنے میں تو خوب گذارہ ہو جاتا ہے۔

ریکھا وہاں سے بھاگ نکلی ۔ اور اپنے گھر میں گھس آئی۔

چمن اب بھی چیخ رہا تھا۔

وہ اس کے سڈول پیٹ پر بوسہ لیتے ہوئے بولا۔
تھوڑی دیر بعد جب دونوں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر شرمائے جا رہے تھے۔ تو دیکھا کا بدن بید مشک کی طرح کانپ رہا تھا۔ اور یہ تھرتھراہٹ خوف کی نہیں تھی مستی اور کیفیت کی تھی۔ اس کے تصورات میں ایک ننھا سا بچہ ہمک رہا تھا۔ اُسے پورا یقین تھا کہ آنند سے یہ بھرپور جسمانی ملاپ جس میں اس کی روح کی رضامندی شامل ہے اس کی زندگی میں امرت بھر دے گا۔ اسکی زندگی میں ایک اور زندگی جنم لے گی اور ضرور لے گی۔ اس نے اپنے مجازی خدا کے ساتھ عین وضع فطری کے مطابق اس عمل میں حصہ لیا تھا۔ اُسے دل ہی دل میں پچھتاوا ہونے لگا کہ اس نے اس سے پہلے ہی کیوں نہ شادی کر لی۔ کاش اسے ماں اور بہن کی وجہ سے مجبور نہ ہونا پڑتا۔ اس سے پہلے وہ جن مردوں کے ساتھ وہ یہی عمل دہرا چکی تھی لیکن ہر بار ایک خوف، ایک جھجک اور انجانی سی نفرت کے احساس نے سر اٹھایا تھا۔ اس نے چند تراکیب اپنا رکھی تھیں جو اس ناگوار فرض کے لمحات کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوتی تھیں۔
اس نے مسکراتے ہوئے برہنہ کھڑے آنند کی طرف دیکھا۔
وہ بہت خوب صورت تھا۔
اس نے اپنے عریاں جسم کی جانب دیکھا۔
اور پھر وہ اس طرح شرما گئی جیسے کہ طاؤس اپنے بدنما پیروں کو دیکھ کر شرما کر عرق عرق ہو جاتا ہے، وہ دوڑ کر

غسل خانے میں گھس گئی ۔ غسلخانے میں پانی کی ٹونٹی کھولتی ہوئی
دیکھا سوچ رہی تھی کہ مرد برہنہ ہو کر کبھی اچھے لگتے ہیں اور عورت
صرف مستور ہو کر ہی اچھی لگتی ہے ۔"

ایک گھنٹے بعد آنند نے اس سے کہا ۔

"میں ذرا ایک کام سے جا رہا ہوں ۔۔۔ رمضانی کھانا لگا دیگا ۔
اور ہاں ۔ ماں جی کو ہاسپیٹل میں داخل کرانا ہے کیونکہ ابھی میرے
خیال میں ان کا دماغ ٹھیک ہو سکتا ہے ۔ تم جانا چاہو تو جا سکتی ہو ۔
میں چاہتا ہوں کہ کپور کو تمہاری شادی کی خبر ہو جائے اور اس کے
ساتھ ہی تمہاری جاننے والی تمام لڑکیوں کو بھی اس امر کی اطلاع
ہو جائے ۔۔۔ اس طرح وہ تمہاری طرف راغب ہوگی ۔۔۔"

"تم ہر ایک کو راہِ راست پر آنے کی ترغیب دے سکتے ہو؟"

"ہاں میں جاؤں گی ۔۔۔ لیکن تم بھی ساتھ کیوں نہیں چلتے ۔۔؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم میں خود اعتمادی پیدا ہو اور یہ کہ تم
حالات کا مقابلہ کرنا سیکھو ، اگر تم نے ہمت اور جرأت سے
کام نہیں لیا تو عین ممکن ہے حالات بعد میں قابو سے باہر ہو جائیں ۔"

"اگر بدنامی ۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ ۔۔۔"

"تم اس بات سے اب ہرگز مت ڈرو کہ تم کال گرل تھیں
اور یہ بات لوگ جان جائیں گے ۔۔۔ انہیں جان جانے دو ۔
یہ بات اگر لوگ اس طرح نہ جانتے تو دوسری طرح جانتے کیونکہ
برائی برائی ہے ہمیشہ کھل جاتی ہے ۔۔۔ اور اب تو تمہیں کسی قسم کا
خوف نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ تم شادی شدہ ہو اور تمہارا شوہر

تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہے ـــــ اس نے تم سے اسی لئے شادی کی ہے کہ وہ کال گرل کی لعنت کو عصمت فروشی کی بدعت کو ختم کرنے کے لئے ایک مشن چلانا چاہتا ہے ـــــ وہ ایک ایسا آدمی ہے جو نیکی کی شال اپنے گھر سے شروع کرنا چاہتا ہے۔ تمہیں شاید میں بتا چکا ہوں کہ میری ماں بھی ایک ایسی ہی بد نصیب عورت تھی جسے دنیا نے عصمت فروش بنا دیا تھا، شاید تمہیں یہ بات بہت بری معلوم ہو کہ میں اپنی ولدیت کے خانے میں صرف ماں کا نام لکھوا سکتا ہوں ـــ "

اتنا کہتے ہوئے وہ آبدیدہ ہو گیا۔ آواز بھرا گئی۔

وہ جلدی سے اس کی گردن میں بانہیں ڈالتی ہوئی بولی۔

" میں تمہارے حکم کو اپنا دھرم سمجھوں گی ـــ بے شک تمہیں اس برائی کو دور کرنا ہے ـــ افسوس کہ میں خود اسی لعنت میں گرفتار رہ چکی ہوں ـ "

" بھول جاؤ ـــــ اور اب آئندہ زندگی کے پروگراموں پر عمل کرو ـــ میری طاقت، میرا جسم، میری روح ـ میری دولت سب کچھ تمہارے لئے ہے ـــ "

" میں تیار ہوں ـــ اب میں کسی سے نہیں ڈرتی ـ " اس نے اس کی چھاتی پر سر ٹکاتے ہوئے کہا ـــ وہ سوچ رہی تھی کہ واقعی ایک عجیب مہم ہوگی۔ جب وہ آنند کے خواب کی تکمیل میں عملی حصہ لے گی ـــــ اس کے دل میں گدگدی ہونے لگی۔ یہ سوچ کر وہ مسکرائی کہ کیپورا ٹرانسپورٹ کمپنی کی تمام گاڑیاں

ایک دن آنند آشرم کے گیرج میں بند ہوجائیں گی - اور پھر ——
آنند اسے پیار کر کے چلا گیا -

وہ ساری کوٹھی میں گھومتی پھری —— ایک ایک دیوار کو ایک ایک شئے کو دیکھتی رہی —— ملکیت کے احساس سے اس کا دل بانسوں اچھلنے لگا تھا -

گھر کی ساری اشیاء نئی تھیں جیسے حال ہی میں خریدی گئی ہوں - وہ آنند کو اتنی قربت کے باوجود بھی ایک پراسرار ہستی تصور کررہی تھی - اس کا انداز ہی کچھ ایسا تھا کہ مافوق الفطرت معلوم ہوتا تھا آخر وہ اس دنیا کا انسان کیسے ہو سکتا ہے جس نے جان بوجھ کر یہ شادی کی تھی - اور نہ صرف یہ کہ اس نے ایک آبرو باختہ عورت کو اپنی شریک حیات بنالیا تھا - اور اس کی فراخدلی کی ایک روشن مثال بھی سامنے آگئی تھی کہ اس نے اپنی اصلیت بھی بتادی تھی، اسکی اس فراخدلی اور بھرپور گرمجوشی محبت کے باوجود بھی وہ پراسرار لگ رہا تھا -

دوپہر کو رمضانی نے بڑی محبت سے کھانا لگایا -

یہ رمضانی بھی عجیب شئے تھی -

یہ بوڑھا اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا -

کبھی وہ بے حد خوفناک سا ہوجاتا تھا اور کبھی وہ ایک محبت کرنے والا بزرگ اور کبھی بہت چالاک انسان نے معصومیت کا لبادہ اوڑھ لیا ہو —— وہ بھیئیوں کی زبان میں بی جی جی. بی جی جی کرتا تھا اور پھر آکسفورڈ لہجے میں انگریزی بولتا تھا - یہ دونوں

آقا اور نوکر اس کی سمجھ سے بالاتر تھے۔

لیکن پھر یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو جاتی تھی کہ اگر آنند عجیب نہ ہوتا تو اس سے شادی ہی کیوں رچاتا۔

کھانے کے دوران ریکھا سوچتی رہی کہ آخر آنند اس قدر الگ تھلگ جیون کیوں بتا رہا ہے اس کا تو کوئی دوست بھی نہیں ہے۔ ہوتا تو اس سے ملنے ضرور آتا۔ پھر سوچنے لگی کہ وہ تنہائی پسند ہوگا اور بلا ضرورت لوگوں سے ملنا جلنا پسند نہ کرتا ہوگا

ایک خیال یہ تھا کہ وہ واقعی ایک آبرو باختہ عورت کا ناجائز بیٹا ہے تو پھر اس نے اتنی دولت کیسے کمائی ۔ اتنی بڑی جاگیر جو کسی راجہ مہاراجہ کے ولیعہد کو ہی نصیب ہو سکتا ہے۔

آنند کے بارے میں سوچتے ہوئے ہی اس نے لباس تبدیل کیا پھر چین سے تھوڑی دیر بعد لوٹ آنے کو کہہ کر وہ چلدی تھی۔ اس نے سادی ہیڑی کاٹن کی ساڑی اور اس سے میچ کرتا ہوا بلاؤز پہنا تھا۔ جب وہ اس شاندار کوٹھی سے باہر نکلی تو سڑک سنسان تھی۔ صرف برابر والی کوٹھی کے گیٹ پر ایک گورکھا بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

شاندار بنگلے تھے جو دن میں بھی خاموشی میں ڈوبے ہوئے تھے ریکھا کو ایک لمحے کے لئے محسوس ہوا کہ جیسے یہ بنگلے نہ ہوں عالیشان قسم کے تھیٹر ہوں کیونکہ وہاں زندگی کا کوئی وجود نہیں تھا۔ کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

بڑے لوگوں کو اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ دوسروں کے کسی معاملات میں دلچسپی لیں ۔ ایک لمحے کے لئے اس کے دماغ میں یہ خیال آندھی کی طرح آیا کہ وہ بھی تو بڑے آدمیوں کی صف میں شامل ہو گئی ہے ۔ وہ بھی ایک کوٹھی کی مالکہ ہے اس کا شوہر اس شہر کا ایک امیر انسان ہے ۔ اور اس خیال کے آتے ہی اس کی دلفریب چال میں ایک عجیب سی تمکنت پیدا ہو گئی ۔

وہ کشاں کشاں چلتی ہوئی چوراہے تک آئی ۔

چوراہے پر اس نے ایک ٹیکسی لی اور ڈرائیور کو پتہ بتا کر پچھلی سیٹ میں دھنس گئی

ٹیکسی پوری رفتار سے ایک سمت دوڑ رہی تھی اسے یہ علم نہیں تھا کہ ٹیکسی سے کچھ فاصلے پر ایک لمبریٹا اسکوٹر بھی دوڑ رہا ہے ۔

وہ بڑے بازار کے ایک بس اسٹاپ کے پاس ٹیکسی سے اتری ۔ وہ سب سے پہلے اپنی سہیلی آشا کے پاس جانا چاہتی تھی اور آج تمام باتوں سے مشورہ کرنا چاہتی تھی وہ جانتی تھی کہ آشا اب اس کام سے بہت تنگ ہے لیکن اب چاہ کر بھی وہ اس کام کو ترک نہیں کر سکتی ۔ آشا نے صاف بتا دیا تھا کہ اب وہ کسی ایک شوہر کے بس کی نہیں رہی ہے ایک شوہر اس کی ہوس پوری نہیں کر سکتا ۔ آشا عام طور سے ایسے ہی گراہک پسند کرتی تھی کہ جو تعداد میں دو تین ہوں اور باری باری سے ایک کے بعد دیگرے لا ہو سکے مال سے فیضیاب ہوتے ہوں اور یہ کہ ان میں آپس میں کوئی شرم و لحاظ نہ ہو ۔۔۔ اسی لئے تو اسے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ

ایک بار ایسے دو نوجوانوں کے چکر میں پھنس گئی تھی جو ایک ہی بستر پر تمام رات اس کے ساتھ رہے اور خوب تیز روشنی میں اُسے اس طرح لوٹتے رہے جیسے وہ ہڈی ہو اور اُسے کتے لپٹ گئے ہوں۔

وہ پہلے امی کی اصلاح کرنا چاہتی تھی۔ اس کو نیور میں کرنے کے بعد اس کا خیال تھا کہ ساری لڑکیاں خود بخود آجائیں گی کیونکہ وہ ہی گروپ کی رنگ لیڈر تھی۔ اور ایک طرح سے پوری تجربہ کار تھی گراہک اگر خوبصورت اور تندرست ہوتا تھا تو وہ اکثر بہت کم معاوضے پر تیار ہو جاتی تھی ــــ اُسے بس اپنے باپ کی شراب کی فکر رہتی تھی اس کا باپ اُسے پینے کے بعد خوب پیٹتا تھا اور ننگی ننگی گالیاں بکا کرتا تھا۔ آشا کا بیان تھا کہ ایک بار نشے کے عالم میں اس کے باپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا لیکن شاید اسی وقت اپنے اور اس کے درمیان کے مقدس رشتے کا خیال آگیا تھا اس لئے اس نے نہ صرف مجھے دھکا دیا تھا بلکہ تڑے گر کر بیہوش بھی ہو گیا تھا۔

آشا کے فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے سوچا۔

" اگر وہ تیار نہ ہوئی تو ــــ اگر وہ تیار بھی ہو گئی تو پھر وہ اس کی نفسانی خواہش کا سدِّباب کس طرح کرے گی "۔

اُسے آنند کے اس پلان پر الجھن ہونے لگی۔ لیکن اسی لمحے اسے یہ بھی خیال آیا کہ وہ ایک ناتجربہ کار نوجوان ہے اس کو معلوم نہیں ہے کہ ایسی عورتیں پہلے مجبوراً ایسا کرتی ہیں لعد میں وہ اس کام کو چھوڑنا بھی چاہیں تو نہیں چھوڑ پاتیں۔

اس نے کال بیل دبائی۔
ایک منٹ بعد دروازہ کھلا۔
آشا ہی تھی جو شلوار اور قمیص میں اپنی کھلی اور چمکیلی ہوئی
چھپا تیر لبوں سمیت مسکرا رہی تھی۔
اسے دیکھتے ہی آشا کھل اٹھی۔
"ہیلو ریکھا —" وہ اس سے لپٹ گئی۔
"مبارک ہو، تم نے شادی کر لی۔
وہ چونکی۔
"تمہیں کس نے اطلاع دی۔؟"
"اپنے بروکرنے — ؟" وہ اٹھلا کر بولی۔ اور ریکھا چین سے ہو گئی
وہ ہاتھ لپٹے ہوئے اندر آ گئی اور پھر اس طرح اسے بھینچنے لگی جیسے وہ اس کے ساتھ ہم جنس کرنا چاہ رہی ہو۔

"ارے ۔ ارے — تیرے ڈیڈی آ جائیں گے کیا کرتی ہے۔"

"ڈیڈی — وہ کہیں مرا ہوا ہے خبیث —" وہ اُسے پیار کرتی ہوئی بولی۔ "بیٹھ ریکھا — تفصیل سے بتا کہ یہ مال کیسے پٹا لیا —؟"

ریکھا صوفے میں بیٹھ گئی — وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔ آشا نے اُسے بری طرح بھینچ دیا تھا۔

"اری بول نہ — تو نے کیسے پٹایا — سنا ہے تیرا پتی بہت خوب صورت اور خوب امیر ہے —؟"

"ہاں ہے تو —؟"

"اری کون سا داؤں پھینکا تھی۔ ہمیں بھی بتا کوئی کاٹھ کا الو پھنس جائے تو میں یہ دھندا ہی چھوڑ دوں — ڈیڈی سور کے لئے تو میں نے سوچ رکھا ہے کہ بڑھاپے میں اسے دھکا دے دوں گی شراب کا بہانہ ہو جائے گا اور میں آنند اٹھاؤں گی —"

"پر یہ تو بتا کہ تو ایک شوہر کے ابھی میں کیسے آ سکی تیری جوانی گیا ہے کنوئیں کا موسلا ہے جتنا پانی نکلتا ہے اس سے زیادہ بھر جاتا ہے —" ریکھا نے خاص کال گرلز کے لہجے میں کہا۔

"یہی تو رونا ہے — چلو مان لیا کہ میں اس مصیبت پر قابو پا لوں تو بھی مجھے کون اپنائے گا —؟" کہتی ہوئی وہ اداس سی ہو گئی۔

"کیوں — کیا تو جوان نہیں ہے، حسین نہیں ہے، تیرے اندر کیا نہیں ہے، تیری ابلتی ہوئی جوانی دیکھ کر تو اچھے اچھے پٹھون کی جیبوں میں ہاتھ ڈال لیتے ہیں —"

"تو میری پیاری بہن ۔۔۔ تو میرے لئے کوئی بندوبست کرادیگی کیا ۔۔۔؟"

"انسان اپنی مدد آپ کرتا ہے، دوسرے لوگ صرف سہارا اور ذریعہ بن جایا کرتے ہیں۔ میں اور میرے چچی سہارا بننے کے لئے تیار ہیں۔" ریکھا نے موضوع پر آتے ہوئے کہا۔

"کیا ۔۔۔ تیرے چچی ۔۔۔ کیا انہیں معلوم ہے کہ تو کیا ہے ۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔ پہلے انہوں نے مجھے کب کیا سمجھا۔" ریکھا نے تمام حالات سناتے ہوئے کہا ۔۔۔ اس نے اپنا مقصد بھی بتادیا۔ ساری باتیں سنکر آشا نے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ونڈرفل ۔۔۔ میں تیار ہوں ۔۔۔ پر مجھے ۔۔۔"

"کیا ۔۔۔؟"

"مجھے کبیر سے بڑا ڈر لگتا ہے ۔۔ تم بھی ہوشیار رہو وہ کبھی بھی کوئی ایسا قدم اٹھا سکتا ہے جس سے ...... مجھے اس کی نیت اچھی نہیں معلوم ہوتی ۔۔۔"

"آخر اس حرامزادے کو ہم سے کیا دلچسپی ہے ۔۔۔؟"

"ہم لوگ تو اس کی گڈیاں ہیں ۔۔۔ ہم نہیں ہوں گے تو اس کی ٹرانسپورٹ کمپنی کیسے چلے گی ۔۔۔" آشا ہنس دی

"ہم پوری طرح کوشش کریں گے کہ وہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے آخر ہمیں اس نے خرید تو نہیں رکھا ہے ۔۔ بس یہی بات ہے نا کہ وہ ہمیں بلیک میل کر سکتا ہے۔ ہمیں اس مرحلے سے ڈرنا ہی نہیں چاہیئے ۔۔۔ ہمیں اپنا سینیرٹ بچانا ہے۔ پورے ملک میں

"دیدی۔ دیدی ـــــ میں روٹی کھاؤں گا ـــ روٹی۔"

اس نے آنسو پونچھ کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

وہ بخار میں بُری طرح تپ رہا تھا۔

بھچے ہوئے کھیس سے اس طرح اُٹھلتے ہوئے اس نے سوچا کہ اگر ایک چائے اور ایک ساریڈون مل جائے تو بچے کا بخار اتر سکتا ہے۔

چھنو نے کھیس سے ہاتھ نکال کر اس کو پکڑ لیا تھا۔

"دیدی ـــ روٹی ـــ مجھے روٹی دو ـــ روٹی سبزی ـ روٹی۔"

"میں ابھی لاتی ہوں۔ اپنے بھیا کے لئے روٹی ـ روٹی بھی اور سبزی بھی۔"

اس نے کہا۔

"بس تو اوڑھ لیٹا رہ ـــــ" اس نے اس کے تپتے ہوئے ماتھے پر پیار کر لیا۔

اتنی سی عمر میں بھی اسے ایسا لگتا تھا جیسے چھنو کو پیار کرتے وقت اس کے سینے میں کوئی چیز سرسرائی ہو ـــ اسے ایسا لگا تھا جیسے چھن اس کا بھائی نہیں بیٹا ہے ـــ وہ اس کی ماں ہے۔ سگی ماں ـــ

وہ پھر کھڑاؤں پہنے کوارٹر سے باہر آگئی۔

جب سے منشی جی مرے تھے یعنی اس کے پتا۔ یہ مصیبت پہلی بار پڑی تھی ابھی تک تو کچھ نہ کچھ بیچ باچ کر کام چلتا رہا تھا۔ لیکن سب اس کی آنتیں گھوم رہی تھیں۔

اور چھنو کا خیال اس کی چھاتی میں کچوکے لگا رہا تھا۔

انسداد عصمت فروشی کے لئے اندولن کرنا ہے۔ اور کل تک ہمیں جو گری ہوئی مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ دنیا والے ہماری قدر کریں گے۔"

"میرا ایک کام تو کرے گی نا۔۔!" آشا معنی خیز لہجے میں بولی۔

"کیا۔۔؟"

"اپنے اس سے ملنے دے گی نا۔۔؟

"کیوں کیا رال ٹپک رہی ہے۔۔؟"

بنا دیکھے۔۔؟

"وہ تیری ہی قابلیت ہے کہ تو انہیں رجھا لے۔" ریکھا مسکرا کر بولی۔ اس نے یہ بات کہہ تو دی تھی مگر اس کے دل میں جانے کیوں دھکدھک ہونے لگی تھی۔

عورت کی سب سے بڑی کمزوری اس کے خاوند کے بہک جانے کا خیال ہوا کرتا ہے۔

"تو میں ابھی چلوں۔۔ ساری لڑکیاں میری مٹھی میں ہیں۔ جب چاہوں گی اکٹھا کر لوں گی۔۔" آشا بولی۔

"میں تو سوچا کرتی تھی کہ کال گرلز کی ایک یونین بنا ڈالوں اور میں اس کی پریذیڈنٹ بن جاؤں۔۔" دونوں ہنسنے لگیں۔

تبھی کمرے کا دروازہ چرچرایا۔

دونوں نے چونک کر دیکھا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھول کر جگو اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ تھی۔ ہاتھ پتلون کی جیب میں تھے۔

اور وہ ریکھا کو گھور رہا تھا۔

"کون ہو تم ——؟ بغیر اجازت اندر کیوں آئے —؟" آشا غرائی۔

"میں تو بس ریکھا سے ملنے آیا ہوں —"

"کیوں آئے ہو —— ریکھا کیا تمہاری بہن ہے —؟" آشا کڑکتی ہوئی بولی۔

"نہیں —— یہ ایک ٹوٹ ہے۔ ٹوٹ کال گرلز کی اصطلاح میں اس مفت خورے کو کہتے ہیں جو ان کے راز کو چھپانے کے وعدے کے عوض مفت میں مزے لوٹتا ہے۔"

"میں ٹوٹ ہوں ——" جگو ہنسا —

"آنے کا مقصد بتاؤ ——!" ریکھا بولی۔ غصے سے اس کا تن بدن آگ کی طرح جل اٹھا تھا۔

"بس تمہارے پیچھے چلا آیا —— تھوڑی بات کرنی تھی ——" وہ قدرے اونچی آواز میں بولا —

"آہستہ بولو پلیز ——" آشا بولی۔ "یہاں کوئی نہیں جانتا کہ —"

"ساری —" جگو نے آہستہ سے کہا۔ پھر وہ بڑی بے حیائی سے ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کوئی چیز نگاہ بچا کر کرسی کے گدے کے نیچے دبا دی۔

"میں مس ریکھا سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ریکھا جی کیا آپ ——؟"

"بکو —"

"سنا ہے تم نے بیاہ کر لیا ہے۔ بڑا موٹا ہاتھ مارا ہے ——

پورے محلے میں تمہاری واہ واہ ہو رہی ہے ۔"

"تمہارا مطلب ۔۔۔؟"

"میرا تو صرف ایک ہی مطلب ہے" جگو نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "میں سمجھتا ہوں میرا مطلب پورا کرنے میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا ۔۔۔ لیکن اصل مطلب ہے کپور صاحب کا۔"

"کون کپور ہے"

"ٹرانسپورٹ کمپنی ۔۔۔ تمہارے کمیشن ایجنٹ۔۔"

"شٹ اپ ۔۔۔ تم جا سکتے ہو جگو ۔۔۔ میرا پیچھا چھوڑ دو ۔۔۔ تم ایک بار مجھے مجبور کر چکے ہو اب نہیں کر سکتے ۔۔ کپور سے اگر تمہاری سازباز ہو گئی ہے تو اس سے کہہ دینا کہ میں نے اب اپنی زندگی کا دھارا پلٹ لیا ہے ۔۔۔ اب میرا پیچھا چھوڑ دیں ۔۔ ہاں اگر تم چاہو تو ساری کہانی محلے میں مشہور کر سکتے ہو مجھے اب کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ ہاں تم محلے میں میری کہانی کے ساتھ اپنے کرتوت بھی ضرور سنانا کیونکہ تم بہت معصوم اور شریف مشہور ہو اور کسی بھی گھر میں بلا اجازت داخل ہو سکتے ہو۔۔۔"

"مجھے آم کھانے سے مطلب ہے ۔" جگو بولا " تم مجھ سے ملتی رہو بس مجھے اور کسی بات سے دلچسپی نہیں ہے ۔ رہ گئے کپور صاحب تو وہ ابھی آنے والے ہیں اپنے آپ بات کر لیں گے ۔۔"

"اس وقت کیا تمہیں ضرورت ہے ۔۔۔؟"

"اس وقت تو واقعی بہت جی چاہ رہا ہے ۔۔" میرا خیال ہے آپ کی سہیلی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا ۔۔"

آشا نے اسے گھور کر دیکھا ۔

غصے اور غم کی وجہ سے اس کے ہونٹوں سے تھوک نکل رہا تھا۔ لیکن وہ چیخ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس بلڈنگ کیا پورے بازار میں شاید ہی کسی کو علم ہو کہ وہ کیسی ہے، لوگ تو اسے کناٹ پلیس کی ایک فرم کی اسٹینو سمجھتے تھے۔ کال گرلز کی زندگی بھی عجیب ہوتی ہے۔ ایک طرف وہ باقاعدہ پیشہ ور ہوتی ہے دوسری طرف وہ شرافت کا نقاب اوڑھے رہتی ہے۔ اور کسی قیمت پر بھی رسوا نہیں ہونا چاہتی —

اور ریکھا اطمینان سے آگے بڑھی —

اس کے آگے بڑھنے کے انداز نے جگنو کو سٹپٹا دیا۔

"دھاڑ —"

اس نے ایک زوردار چانٹا اس کے رسید کر دیا۔ اس کی انگلیوں کے نشانات اس کے گالوں پر ابھر آئے —

"کوئی بات نہیں — ساری کسر نکال لوں گا۔ حرامزادی! ابھی چٹیا پکڑ کر کھینچتا ہوا لے جاؤں گا — سالی سمجھتی کیا ہے" جگنو غرایا۔

"آپ آخر کیوں اس کے پیچھے پڑے ہیں —؟" آشا نے گرجتے ہوئے کہا۔

"ابھی جگنو کوئی جواب نہیں دے سکا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور دس بارہ پولیس والے دھڑ دھڑ کر کے اندر گھس آئے —

ایک تھانے دار تھا جس کے ہاتھ میں چھوٹی سی چھڑی تھی۔ اس نے ریکھا کی جانب گہری نظروں سے دیکھا پھر آشا سے بولا۔

"یہ فلیٹ کس کا ہے —؟"

"میرا —" آشا کانپ کر بولی۔

"آپ کو بلا لائسنس پیشہ کرنے کے جرم میں گرفتار کیا جاتا ہے۔

"کیا ثبوت ہے آپ کے پاس؟" ریکھا جھلا کر بولی۔
"ثبوت۔" تھانے دار نے اپنی مونچھیں مروڑتا ہوا بولا۔
ثبوت یہ ہے کہ مسٹر جگدیش پولیس کے آدمی ہیں اور یہ گراہک بن کر آئے
تم نے ان کے ساتھ سودا کیا ہے۔ دوسرے کئی گواہ کناٹ پیلس
میں ملے ہیں جو مس ریکھا کے ساتھ رات گذار چکے ہیں۔ وہ عدالت
کو بتائیں گے کہ مس ریکھا کے جسم کے اندرونی حصوں میں کیا کیا خاص
نشانیاں ہیں۔"
ریکھا کا چہرہ سفید ہو گیا۔ آشا تھر تھر کانپ رہی تھی۔
"تلاشی لو ان سب کی۔ دستخط شدہ نوٹ برآمد کر لو۔"
تھانے دار نے کہا۔ پھر جگو سے بولا۔ "تم نے ریکھا کے لئے
کتنی رقم لے رکھی ہے۔"
"اس نے بیس روپے ایک بار کے مانگے تھے۔ جگو بڑی معصومیت
سے بولا۔ دس آشا جی کے کمیشن کے۔ کل تیس روپے"
"آشا جی روپے نکالئے۔"
"یہ جھوٹ ہے۔ بہتان ہے۔" آشا ہذیانی کیفیت کے
ساتھ چیخی۔ فلیٹ میں پڑوس والے بھی گھسے آرہے تھے جنہیں
سپاہی روک رہا تھا۔
"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ آخر تم قبول کیوں نہیں کر لیتیں
کہ تم پیشہ ور ہو۔" تھانے دار مسکرا کر بولا۔ "اگر نہیں ہو تو بتاؤ
کہ اس شاندار ساز وسامان کے لئے تمہارے یہاں کہاں کی
کمائی آتی ہے۔ تمہارے باپ بہاری لعل کی شراب کا خرچ
کہاں سے آتا ہے۔" ہم پولیس والے ہیں ہمیں سب علم رہتا ہے
آشا رو سی دی۔

ریکھا تھر تھرا رہی تھی۔

عین اسی وقت ایک سپاہی نے کرسی کا گدا اٹھایا تھا اور تیس روپے کے نوٹ برآمد کر لئے۔

"یہ رہے صاحب روپے۔"

"گڈ۔ دو تین پڑوسیوں کو اندر بلا لو۔ گواہی کرا لو۔" تھانے دار نے نوٹوں میں کٹے گئے دستخط دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیس مکمل ہے۔"

"تھانے دار صاحب رحم کیجئے۔ اس وقت تو ہمیں پھنسایا گیا ہے۔"

"قانون قانون ہے۔ تم جیسی رنڈیوں نے شرافت کا لیبل لگا کر پورے معاشرے کو گندہ کر دیا ہے۔ آخر جب ایک روڈ مقرر کر دیا ہے تو وہاں جا کر بیٹھو۔"

ایک سپاہی نے ڈنڈے سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"چلو تم دونوں۔"

ریکھا نے آخری بار کوشش کرنی چاہی۔

"دیکھئے۔ میں نے سارے کام چھوڑ دیئے ہیں۔ میں نے شادی کر لی ہے۔" وہ روتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ "میں اپنی سہیلی سے کہنے آئی تھی کہ وہ بھی کپور کے کہنے پر چل کر خود کو تباہ نہ کرے۔ یہ آدمی مجھے بلیک میل کرتا رہا ہے اس وقت بھی یہ آپ سے ساز باز کر کے آیا ہے۔ مجھے چھوڑ دیجئے۔ بھگوان کے لئے میری زندگی خراب نہ کیجئے۔"

"شادی۔ کب کی شادی۔؟"

"چند دن پہلے۔"

"تمہارے شوہر کا نام۔؟"

"آنند ۔ جی ایل آنند ۔۔ سترہ مٹیں نگر ۔"

"ہم ۔۔ تھانے دار زم پڑتا ہوا بولا ۔

"آپ لوگ پولیس اسٹیشن چلیں اگر انہوں نے پولیس کو مطمئن کر دیا تو پھر آپ کو چھوڑ دیا جائیگا ابھی تو ہمارے ہاتھ میں ہے ۔"

پھر انہیں باہر لا کر جیپ میں بٹھا دیا گیا ۔

پوری بلڈنگ میں یہ خبر اڑ گئی کہ آشا اور اس کی سہیلی پیشہ کرتے ہوئے گرفتار کر لی گئیں ۔

چند منٹ لعبد ہی وہ پولیس اسٹیشن میں تھیں ۔

ریکھا نے گھر فون کیا تو آنند واپس آ چکا تھا ۔ اس نے رو رو کر ساری روئیداد سنائی تو دوسری طرف آنند نے کہا ۔

"کوئی بات نہیں ، میں آج ہی اس فتنے کو ختم کر دونگا ۔"

پھر تھوڑی دیر لعبد ہی شاندار سوٹ میں ملبوس آنند وہاں پہنچ گیا ۔ علیحدگی میں اس نے تھانے دار سے کیا کیا باتیں کیں یہ کسی کو علم نہیں ہو سکا ۔

لیکن جب تھانے دار خوش خوش رپورٹنگ روم میں آنند کے ساتھ واپس آیا ۔ تو اس نے ریکھا سے کہا ۔

"آپ جا سکتی ہیں مسز ریکھا ۔۔ پھر وہ ایک کونے میں ریکھا کو گھورتے ہوئے جگو کو ڈپٹ کر بولا ۔

"جگدیش ۔۔!"

"جی ۔۔ " جگدیش اس کے لہجے سے کانپ گیا ۔

"تم نے کس کے کہنے پر غلط ڈھنگ کی مخبری کی ۔۔؟"

"جی ۔ جی ۔۔ ؟" جگو اس طرح چونکا جیسے اس کو بجلی نے شاک مار دیا ہو ۔۔

"بولو ۔۔ ؟" تھانیدار نے ڈپٹ کر کہا ۔
"تم نے مجھ سے کہا تھا کہ ریکھا نامی لڑکی پیشہ کرتی ہے اور تم اسے رنگے ہاتھوں پکڑوا سکتے ہو ۔۔ تم نے کہا تھا کہ ریکھا تمہارے محلے کی ہے اور تم نہیں چاہتے کہ وہ اس ذلیل کام کو کرے ۔ میں نے تمہیں دستخط شدہ نوٹ دیدیئے ۔۔ پھر تم نے آشا کا فلیٹ بتا کر فون کیا ۔ اور وہاں پہنچے ۔ آخر تمہارا اس مخبری سے مقصد کیا تھا ۔۔ ؟"

جگو نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا ۔

"دھاڑ ۔۔۔" تھانے دار نے ایک زبردست ہاتھ اس کے رسید کر دیا ۔

جگو لڑکھڑا گیا ۔ اس بار بھی اس کے منہ پہ تھپڑ اسی گال پہ پڑا تھا جس پہ ریکھا نے مارا تھا ۔

"صاف صاف بتا دو ۔۔۔"

"مسٹر کپور صاحب نے ایسا کرنے کو کہا تھا ۔

"کون سا مسٹر کپور ۔۔۔ ؟"

"کناٹ پیلیس میں ٹرانسپورٹ ایجنسی ۔۔"

"اچھا ۔۔۔ وہ سپلائر ۔۔۔ میں اس سالے کو اچھی طرح جانتا ہوں ۔۔۔ جگدیش ۔۔۔ چونکہ میں کوئی کیس نہیں بنا رہا اس لئے چھوڑ رہا ہوں ۔۔ آگے ایسی کوئی حرکت کی تو مار مار کر کھال کھینچ لوں گا اور چار چھ مہینے کی کردا دیتا تو بائیں ہاتھ کا کھیل ہے سالے مادر ۔۔۔ بدمعاشی کرنے چلے ہیں اور لونڈیا کے یار کپور کو دیکھ لوں گا ۔" تھانے دار گرجا ۔

جگو تھر تھر کانپ رہا تھا ۔

"معافی مانگو مسٹر ریکھا سے ۔۔"

"ہم — میں — معافی —" وہ رو دیا تھا۔ اُسے تو کپور نے چڑھایا تھا، سارا پلان بتایا تھا اور وہ ریکھا سے روز ملنے اور اتنی ساری لونڈیوں کے مفت ملنے کی لالچ میں آگیا تھا اور جیسا کپور نے بتایا تھا ویسا ہی کیا تھا۔ کپور کا خیال تھا اس طرح وہ ریکھا کو پھنسا کر پھر اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لاکر چھڑا لے گا اور اس کے بعد وہ اس سے اڑ کر نہیں جائے گی — پہلے تو وہ ہفتے میں ایک دو بار ہی آتی تھی لیکن اب کپور اسے ڈیلی پارسل سروس پر لگانا چاہتا تھا کہ وہ پھر سے اڑ گئی تھی، لیکن وہ اس کے پر کتر دینا چاہتا تھا۔

لیکن پانسہ پلٹ گیا تھا۔

آنند نے تھانے والوں کو کس طرح مطمئن کیا ہوگا۔ یہ تو تھانے دار ہی جانتا ہوگا۔

پھر جگو کو سخت وارننگ کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ تھانے دار تو اسے چرس رکھ کر بند کرنا چاہتا تھا پر آنند نے اُسے جھڑک دیا تھا۔

"جانے دیجئے — آئندہ یہ ایسی حرکت نہیں کریگا"

اور پھر آنند آشا اور ریکھا کو اپنی کار میں بٹھا کر کوٹھی میں لے آیا تھا۔

آج زندگی میں پہلی بار آشا کو اس قدر شدید روحانی جھٹکا لگا تھا کہ وہ اپنا کیس بھی فراموش کر گئی۔ اور اس وقت تو اپنا وہ ارادہ فراموش کر گئی جو اس کے دل میں ریکھا سے ملتے وقت پیدا ہوا تھا کہ اس کے پتی سے ایک بار ساتھی بن کر پوری طرح ملنے

کی کوشش کرے گی ـــــ پر یہاں تو معاملہ ہی دوسرا تھا۔
آنند کا گھر کیا تھا پاکیزگی کا گہوارہ تھا۔

ان دونوں کو گھر لیجا کر آنند سب سے پہلے اس کمرے میں لے گیا جہاں اس کی ماں کی قد آدم تصویر لگی ہوئی تھی۔
تصویر کے چہرے سے بزرگی اور روحانی جلال ٹپک رہا تھا۔ اور آنند گھٹنے ٹیکے ہوئے تصویر سے کہہ رہا تھا۔

"ماں ـــ میں تم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر رہا ہوں ۔ ایک معصوم لڑکی کو میں نے اپنے نفس سے مجبور ہو کر بیوی بنا لیا ہے اور دوسری کو بہن بناتا ہوں ـــ" اس نے رندھے ہوئے گلے سے کہہ کر آشا کے سر پر ہاتھ رکھ دیا ۔ آشا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہہ نکلی تھی ـــ دل تھا کہ امڈا آتا تھا۔ آج زندگی میں پہلی بار اسے محسوس ہوا تھا کہ دنیا میں صرف حرص و ہوس ۔ شہوت اور گناہ ہی نہیں پاکیزگی اور صداقت بھی ہے ـــ وہ ہچکیاں لے کر رو رہی تھی ـــ ریکھا بھی سسکنے لگی تھی ۔

وہ گلی سے نکل کر سڑک پار کر گئی۔

سڑک کے اس پار اس محلے کی طرح چھوٹے چھوٹے تنگ اور سڑے ہوئے کوارٹر نہیں تھے جو اس لیے بنا دیے گئے تھے کہ جب تک سرکار رفیوجیوں کے لئے متبادل جگہیں نہیں مہیا کر دیتی جہاں زندگی بسر کریں۔ ان کوارٹروں کا کرایہ سرکار لیتی تھی۔ دس روپیہ ماہوار۔ چھ مہینے سے کرایہ نہیں گیا تھا۔ اور تین دن پہلے ایک نوٹس سرکار کی طرف سے ملا تھا کہ پندرہ دن کے اندر کرایہ ادا کر دیا جائے ورنہ مکان پولیس کے ذریعہ خالی کرا لیا جائے گا۔

سڑک کے اس طرف صاف ستھرے مکانوں کی ایک لمبی قطار دور تک چلی گئی تھی ان مکانوں میں روشنیاں جگمگاتی تھیں اور سبزہ لہراتا تھا — باہر اسکوٹر، موٹر سائیکل اور کاریں کھڑی رہتی تھیں۔

سڑک پر چلنے والوں کو صاف دکھائی دیتا تھا کہ ایک طرف غریبی ہے اور دوسری طرف امیری ہے۔ سڑک کا نام تھا پنڈت جواہر لال نہرو مارگ، یہ پنڈت جی کا ہی سوشلزم تھا جو وہ پبلک کو دے گئے تھے کہ امیری اور غریبی ایک ساتھ چلنی چاہیئے، کیونکہ اگر غریبی نہ ہو تو امیری کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔

ریکھا نے سڑک نہیں پار کی تھی پل صراط پار کی تھی جو جہنم اور جنت کے درمیان قائم تھا۔

بے ارادہ، بے سبب وہ ادھر جا رہی تھی۔ ذہن میں چپن کی معصوم آواز اب بھی گونج رہی تھی۔

" ڈیڈی — روٹی — سبزی — "

کیونکہ یقیناً تھانے دار نے دھمکایا ہوگا۔

تبھی تو اسی شام کو وہ کوٹھی پہ آیا تھا اور آنند کے قدموں میں سر رکھ کر ریکھا کے سامنے معافی مانگی تھی اور کبھی اکیلے میں آنے یا زبان نہ کھولنے کا وعدہ کیا تھا۔

اور اس دن سے آنند کی کوٹھی آنند آشرم بن گئی۔ ننھی منی پریم بالا اور آشا بھدرا، اور روزنا۔ ڈینٹی، فریدہ خاتون کئی لڑکیاں آ گئی تھیں۔

آنند انہیں بہنوں کی طرح سمجھتا اور انہیں نیکی اور پاکیزگی کی تعلیم دیتا۔ لڑکیاں پوری طرح آنند اور ریکھا کی گرویدہ ہو گئی تھیں۔ آنند نے کہا تھا کہ وہ بہت جلد یہاں ایک بہت بڑا ادارہ کھولے گا جہاں ایسی بے راہ رو عورتوں اور لڑکیوں کے لئے حسب لیاقت اور باعزت پیشوں کا انتظام کیا جائے گا۔

آنند پیسہ پانی کی طرح بہا رہا تھا۔

رات ہوتی تو ریکھا اپنے پریتم کی باہنوں میں سما جاتی۔ جوانی کا جوش عود کر آیا تھا۔ ارمانوں کی تکمیل کے دن تھے۔

آنند اس کے لئے دیوتا بن چکا تھا۔

جس نے اپنا معجزانہ ہاتھ اس کے سر پہ رکھ کر اس کی زندگی کا دھارا پلٹ دیا تھا۔ میں اسکول جاتا تھا لیکن اس نے کالج سے نام کٹوا لیا تھا کیوں کہ جھگڑا ختم ہو چکا تھا۔ اب آنند اسے بتاتا تھا کہ وہ پہلے ان لڑکیوں کو فارن کا ٹور کرائے گا بعد میں سینٹر کا قیام عمل میں آئے گا اس نے ٹور سے واپسی پر ہی سینٹر کا اعلان کرنا مناسب سمجھا تھا۔ اتفاق سے ساری لڑکیاں تعلیم یافتہ تھیں، خوب صورت تھیں، آنند کا خیال تھا کہ یہی گروپ سینٹر کے ذمہ دار عہدوں کو سنبھالے گا۔ کیونکہ یہی وہ لڑکیاں ہیں جو سب سے پہلے اس لائن سے باہر نکلی ہیں۔ بہت بڑا پلان تھا۔ آنند کا کہنا تھا کہ اس کے سینٹر کا قیام عمل میں آتے ہی پورے ملک میں دھوم مچ جائے گی۔ سرکار بھی ایڈ دے گی، اور سارے کمیشن کے مقابلے میں اس کاوشن زیادہ موثر ثابت ہو گا کیونکہ یہاں لڑکیاں اور عورتیں سر اٹھاتے نہیں بلکہ پاکیزگی کے راستے تلاش کرنے آئیں گی۔

کوٹھی میں ایک سے ایک چھٹی ہوئی لڑکیاں آتی تھیں —— لیکن۔ لیکن کسی قسم کی بے ہودگی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ دیکھا انہیں دھارمک دیویوں اور نامور خواتین کی کہانیاں سناتی۔ آنند انہیں بتاتا کہ عورت کتنی مقدس اور کتنی عظیم ہے۔ آنند کی کوٹھی ایک طرح سے پاکیزگی کا مندر بن گئی تھی —— آنند ان کی مالی امداد اس طرح کرتا تھا کہ جیسے اس نے اپنے ادارے کے لئے ان کی خدمات حاصل کرلی ہیں اور یہ رقم وہ گزارے کے لئے پے کر رہا ہے۔

پاسپورٹوں کی تیاریاں ہونے لگیں۔ آٹھ لڑکیوں کے فوٹو ہوئے انکوائری اور ویزا کے لئے آنند نے پتہ نہیں کیا چکر چلایا تھا کہ سب کچھ باسانی ہو گیا۔

اور ایک دن ان آٹھوں لڑکیوں کے ساتھ وفد کی روانگی عمل میں آ گئی۔ آنند نے اس وفد کا نام چیسٹیٹی مشن (CHASTITY MISSION) پاکیزگی مشن رکھا تھا۔ روانگی کے وقت آنند نے اپنی ماں کی مقدس تصویر کے سامنے ایک پر اثر تقریر کی تھی۔ جس میں اس نے لڑکیوں کو ثابت قدم رہنے اور عورت کی عظمت کا وقار قائم رکھنے کے لئے جد و جہد کرتے ہوئے زندگی کی راہ میں آگے بڑھنے کی سعی کرنے کی تلقین کی۔ آخر میں اس نے اپنی ماں کی تصویر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ماں! میں اپنی دھرم بیٹی اور اپنی ان تمام بہنوں کو ساتھ لیکر جا رہا ہوں۔ آشیرواد دو ماں کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر تمہاری روح کو شانتی پہنچا سکوں۔"

اور وہی شام وہ لوگ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر بیروت کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں سے پیرس جانے کا ارادہ تھا۔ ریکھا کو ہوائی جہاز میں متلی ہونے لگی تھی۔ آشا کبھی اُدھر اُدھر کرنے لگی تھی لیکن سب بااطمینان سے کچھ کچھ بکھری تھی۔ ایئر ہوسٹس کے کہنے پر وہ اپنی جگہ بیٹھی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی بارات جا رہی ہو اور اس بارات کا دولہا تھا آنند۔"

~ + ~

خوابوں کا شہر بیروت،

ریکھا نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کبھی بیروت دیکھ سکے گی فلک بوس عمارتوں سے گھرا ہوا شاندار شہر۔ جہاں فرانسیسی لہجے میں عربی بولی جاتی تھی۔ عربوں کی مغربیت پسندی کا نمونہ وہاں کی تہذیب تھی۔ ہر طرف زرق برق لباسوں میں ملبوس خوب صورت لمبے تڑنگے مرد عورتیں بچے — ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ ریکھا ٹورسٹ بس میں آنند کے برابر بیٹھی ہوئی حیرت سے بیروت شہر دیکھ رہی تھی ساری کلفتیں سب کچھ بھول کر شہر کے نظارے میں کھوئی ہوئی تھیں۔

" ایسا لگتا ہے میں خوابوں کی نگری میں آگئی ہوں " ریکھا اپنا سر آنند کے شانے سے ٹکاتے ہوئے بولی۔ آنند نے اس کا نرم ہاتھ آہستہ سے دبایا پھر کہا۔

" ہاں یہ زمین کی جنت ہے — پیٹرول کی دریافت نے عربوں کی تقدیر ہی بدل دی ہے۔ یہاں دولت پانی کی طرح بہتی ہے "

" آنند — تم دیوتا بن گئے میرے لیے —" وہ جذبات کی رو میں بہہ گئی — " ہائے کتنا خوب صورت شہر ہے، جی چاہتا ہے یہیں رہ جاؤں — "

" تمہیں یہیں چھوڑ دوں —؟" آنند مسکرایا۔

ریکھا کچھ نہیں بولی تھی۔ بس ایک عالیشان عمارت کے احاطے

میں کھڑی ہو گئی تھی۔ عمارت قدیم اسلامی طرز کی تھی اور شاندار کمپاؤنڈ کے درمیان ایک مقبرہ سی معلوم ہوتی تھی۔

بس کے رکتے ہی باوردی سیاہ حبشیوں کی ایک فوج آموجود ہوئی۔ ریکھا کو وہ کالے سیاہ آدمی بہت خوفناک معلوم ہوئے۔

"کتنے ڈراؤنے لوگ ہیں۔" ریکھا منمنائی۔

"بس دیکھنے کے لئے۔ ورنہ یہ لوگ بیحد نرم دل اور خدمت گذار ہوتے ہیں۔" آنند نے بتایا پھر علی ہیں رمضانی سے باتیں کرنے لگا۔

فرفر عربی بولتے ہوئے آنند اور رمضانی کو دیکھ کر ریکھا کیا سبھی لڑکیاں متحیر رہ گئیں۔ سیاہ حبشیوں نے سامان اتارنا شروع کر دیا۔ پھر انہیں اس عمارت میں لیجایا گیا۔ آنند نے بتایا کہ عمارت اس کے ایک شیخ دوست کی رہائش گاہ ہے۔ کل شیخ پیرس سے یہاں پہنچے گا۔ اس سے ملاقات کے بعد دو دن بیروت کی تفریح ہوگی پھر پیرس چلا جائیگا۔ عمارت بیحد شاندار اور مکینوں سے خالی تھی۔ ایک بڑے ہال میں سب لڑکیوں کے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ خوفناک حبشیوں کی فوج ان کی خدمت کے لئے موجود تھی۔ آنند نے صحیح کہا تھا کہ وہ لوگ بہت نرم دل اور خدمت گذار ہوتے ہیں۔

ان کا ہیڈ سالم بن محمود تھا جو انگریزی بولتا تھا۔ ریکھا کو بڑی ہنسی آئی تھی کیونکہ وہ موٹر کو موتر کہتا تھا۔ وہی سارے احکامات بتاتا تھا۔

عربی طرز کے شاندار کھانوں سے لڑکیاں بہت محظوظ ہوئیں۔ برج بالا جو ہمیشہ خود تو شاکا ہاری بنائے رکھتی تھی لیکن اس نے خوب بکرے کی رانیں ادھیڑیں۔

کھانے کے بعد شام ہو چکی تھی لڑکیاں تھکی ہوئی تھیں، ریکھا کو خود چکر آ رہے تھے۔ ہوائی جہاز کے لمبے سفر نے اسے بہت تھکا دیا تھا۔

چھ بجے آنند اور رمضانی سات بجے آنے کے لئے کہہ کر چلے گئے۔ ریکھا بھی دوسری لڑکیوں کے ساتھ ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں آرام دہ بستروں میں لیٹ گئی۔ اتنی تھکی ہوئی تھیں کہ گھوڑے بیچ کر سوئیں۔ رات میں پیشاب کے لئے بھی تو آنکھ نہیں کھلی تھی۔

صبح کو آنکھ کھلی تو سیدھی باتھ روم کی طرف بھاگی۔ فارغ ہو کر لوٹی تو کمرے میں رمضانی موجود تھا اور اس کے ساتھ تین چار موٹے موٹے سرخ آنکھوں والے بڑی بڑی قبائیں پہنے ہوئے عرب لوگ موجود تھے۔ رمضانی نے سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اور لڑکیاں سب سہمی ہوئی بیٹھی تھیں۔ وہ موٹے موٹے آدمی ان سب کو گھور رہے تھے

"رمضانی — صاحب کہاں ہیں —؟" اس نے جھلا کر کہا۔ اسے سخت ناگوار گذرا تھا کہ اس طرح لڑکیوں کے کمرے میں مرد گھس آئے تھے۔

"صاحب — رمضانی ٹھیٹھ ہندوستانی میں بولا۔ پھر اس نے

گھڑی دیکھی تھی۔ اور ریکھا کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"ان کا پلین ٹھیک ساڑھے سات بجے استنبول کے لئے روانہ ہوگا۔

"کیا بکتے ہو۔ کہاں گئے ہیں وہ — " ریکھا چیخی۔

"بتا تو چکا ہوں — استنبول — وہاں سے شاید بغداد چلے جائیں۔ ایران کے راستے پاکستان جائیں گے —"

"رمضانی —"

"ہاں بی بی جی — وہ چلے گئے ہیں —"

"مگر کیوں —؟"

"ایک لاکھ ڈالر کا گولڈ تھوڑا نہیں ہوتا بی بی جی۔ آپ لوگ اب ہمیشہ کے لئے شاندار حرموں کی زینت بنیں گی — باعزت شیوخ کے حرم ہندوستان کی گلیوں میں عصمت فروشی کرنے سے بہتر ہیں —"

"نہیں — نہیں — ریکھا چیخی — آنند — آنند ایسا نہیں ہو سکتا —"

"وہ ایسا ہی ہے مادام —" رمضانی نے بڑے سکون کے ساتھ کہا — یہ تو اس کا بیوپار ہے — وہ کوٹھی بھی کرائے کی تھی۔ کار بھی ٹیکسی تھی پرائیویٹ — کپور سے بھی معاملہ ہو چکا تھا۔ کپور نے پلان کے تحت ہی جگو والا ناٹک کھیلا تھا — تاکہ تم لوگ آسانی سے اس پر بھروسہ کرنے لگو — تم سے شادی بھی ایسا ہی ایک اسٹنٹ تھا، ورنہ اتنی آسانی سے آٹھ لڑکیاں کیسے اسمگل ہو سکتی تھیں بہرحال اس نے یہ وعدہ تو پورا کر دیا کہ تم لوگوں

کو سال گرل کے بجائے حرم کی زینت بنا دیا ہے ـــــ کل چالیس ہزار روپیہ خرچ کر کے آٹھ لڑکیاں ـــــ "

" اُف ـــــ " دیکھا اس سے زیادہ نہیں سن سکی تھی۔ اس کے منہ سے صرف یہی نکلا تھا۔

" آنند ـــــ " پھر وہ لہرا کر فرش پر گر گئی تھی۔

" ہم پولیس میں اطلاع کریں گے ـــــ " آشا کانپتے ہوئے لہجے میں بولی۔

" تم سب سارے کاغذات میں کئی کئی جگہ دستخط کر چکی ہو۔ تم اپنی مرضی سے یہاں شادی کر رہی ہو یہ اطلاع سرکاری کاغذات میں اندراج ہو جائے گی ـــــ " رمضانی پھنکار مارتا ہوا بولا۔ زیادہ گڑبڑ کرنے پر، زیادہ گڑبڑ کی تو .... "

اس نے جیب سے ایک بڑا سا چاقو نکال لیا تھا۔

برج بالا کی چیخ گھٹ کر رہ گئی تھی ـــــ

رمضانی عربی میں شیخوں سے کہہ رہا تھا

" یہ سب راضی ہو جائیں گی۔ ایک بھی جانے والی نہیں ہے۔ یہ سب پڑھی لکھی ہیں اتنی سمجھدار تو ہیں ہی کہ جہنم میں واپس جانے کے بجائے دھوپ سے تپتے ہوئے صحرا کو ہی ترجیح دیں گی ـــــ ●●

ختم شد

ہماری مطبوعات

اور میں چیخ اٹھی	حسینہ کانپوری	۱/۵۰
اور میں لٹ گئی	"	۱/۵۰
چاندی سا بدن	"	۱/۵۰
بتی بجھ گئی	"	۲/۰۰
پیاسی عورت	"	۱/۵۰
ناگن	"	۱/۵۰
ننگا آدمی	"	۱/۵۰
جب جوانی جاگی	"	۱/۵۰
ایک مرد ہزار جوانیاں	آشا رانی	۱/۵۰
گناہ کی راتیں	"	۱/۵۰
گناہوں کی بستی	"	۱/۵۰

پاکٹ بکس

فلمی معاشقے	فاروق ارگلی	۲/=
کالے دھبے گورے بدن	"	۲/=
جاگی بدن میں جوالا	آشا رانی	۲/=
ریشم کا کمر بند	حسینہ کانپوری	۲/=
حرامی	"	۲/=

ناشر :- دنیا پبلیکیشنز ۲۷۹۴ پہاڑی بھوجلہ دہلی

حسینہ پاکٹ بکس

اور اس محلے میں آسے اب ادھار نہیں مل سکتا تھا۔ کیونکہ کوئی گھر نہیں تھا جہاں سے کچھ نہ کچھ آیا نہ ہو۔

ریکھا کو پانچ سال پہلے کی یہ بات اب بھی یاد تھی کہ وہ بے ارادہ اس طرف گئی تھی۔

سڑک کے بعد ایک چھوٹا سا خوب صورت فٹ پاتھ تھا۔ جس پر شام کو نوکرانیاں باندیاں خوب صورت کھاتے پیتے بچوں کو بچہ گاڑیوں میں لیکر گھمانے نکلتی تھیں۔ سامنے والے گھر میں ایک بوڑھی عورت اس کی ماں کی شناسا تھی۔ نام تھا مالتی دیوی وہ اس سے ہی کچھ مدد چاہتی تھی

لیکن اب ٹھیک سے اُسے یاد نہیں تھا کہ مالتی کونسی کوٹھی میں کام کرتی ہے۔ وہ تو سب ایک جیسی کوٹھیاں تھیں۔ جن کے اندر لان تھے پھولوں کے گملے تھے اور جانے کیا کیا تھا۔ اسنے تو بس موٹریں، بڑھیا کپڑے، بڑھیا آدمی اور پھولوں کے گملے دیکھے تھے۔ اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ مگر وہ ایک کوٹھی میں گھس ہی گئی۔ مالتی کے بارے میں کچھ معلومات ہی حاصل ہو جائیں۔ وہ اسے موسی کہتی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ موسی اس کی مدد ضرور کرے گی۔

ایک ارادہ اسنے اور کیا تھا۔

کہ وہ اس سے کہہ کر نوکری کے لئے کہے گی، نوکری تو نہیں، وہ اسکول جاتی تھی۔ ہاں برتن کپڑے دھونے کا کوئی پارٹ ٹائم کام مل جائے تو اچھا ہے۔

کوٹھی میں وہ داخل تو ہو گئی، لیکن دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

کوٹھی میں تو بالکل سناٹا تھا۔

وہ ورانڈے تک آ گئی ۔

شاید لوگ اندر ہوں گے ۔ اس نے سوچا۔

بس ایک ادھیڑ عمر دبلا پتلا آدمی لمبا سا گاؤن پہنے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکلا ۔۔ اس کے منہ میں پائپ دبا ہوا تھا۔

وہ اسے دیکھ کر ڈر سی گئی ۔

"اے لڑکی ۔۔۔ کون ہو تم ۔۔۔ ؟" اس آدمی نے بڑے رعب دار ڈھنگ سے پوچھا۔

"میں ..... ہم .... مالتی ۔۔۔ مالتی کو ۔۔۔ مالتی ماسی کو ۔"

"یہاں کوئی نہیں ہے ۔ بھاگ جاؤ ۔۔۔"

وہ کانپ تو پہلے ہی رہی تھی ۔۔۔ بھاگنے کو ہی ہوئی تھی کہ اس آدمی نے للکارتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو ۔۔۔"

"جی ۔۔ !"

"مالتی کون ہے ۔۔ ؟" اس نے اس کے جسم کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"وہ آیا ہے۔ کسی گھر کی ۔۔ مجھے پتہ نہیں ہے ۔ ۔"

"تمہاری کون ہے ۔۔۔ ؟"

"میری ماں کے پاس آتی جاتی ہے ۔" اس نے تھرتھراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ .... . .

وہ لمبا اندر ادھیڑ عمر آدمی نیچے سے اوپر اسے دیکھ چکا تھا۔

ان دنوں وہ بیکرا اچولی نہیں پہنتی تھی۔ پھر بھی اس کی عادت ہو گئی تھی کہ بار بار وہ اپنی چھاتیاں دیکھا کرتی تھی۔ اور اس کا جی چاہا کرتا تھا کہ اس کے سینے خوب بڑے بڑے ہو جائیں۔ لیکن ایسے بھی نہیں چاچی کے تھے اس کے سینے تو بہت بڑے تھے وہ اپنی چولی کے سائے جیسے کھوپے میں بازار سے سبزی ترکاری خرید لاتی تھی۔

اور اس کا بدن جھوٹا سے ہو گیا جب اس ادھیڑ عمر آدمی نے غور سے اس کے ہلکے ہلکے ابھاروں کو دیکھا اور پھر کاؤن سنبھالتا ہوا بولا۔

"کام کرے گی؟"

"جی۔۔؟" وہ چونک پڑی۔ ذہن میں چمن کی آواز گونج گئی۔ سنجار میں تپتا ہوا چمن روٹی مانگ رہا تھا۔

"ہاں۔۔ روٹی۔۔ سبزی۔۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں۔۔ میں کام کروں گی۔۔ پر میں پڑھتی ہوں۔"

"پڑھتی ہے۔۔ کون سے درجے میں؟"

"ساتویں میں۔۔"

"پھر نوکری کیوں کرے گی؟"

"پتا جی مر گئے ہیں۔۔ ماں بیمار ہے۔ کمانے کا کوئی سہارا نہیں ہے۔" وہ اٹکتے ہوئے بولی تو

"اوہو۔۔" اس آدمی کی بجھی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس نے پائپ کی راکھ جھاڑی۔ پھر بولا۔

"میں ایسا کام دے سکتا ہوں کہ تم شام کو آ کر جایا کرو۔"

"جی — بڑی کر رہا ہوگی —" وہ کھکھیائی۔ اس وقت وہ یہ نہ سمجھ پائی کہ آخر وہ آدمی اس کے سینے کی طرف بار بار کیوں دیکھ رہا ہے۔

"اندر چلو —" اس نے اس کی اونچی شلوار سے کھلی ہوئی ننگی پنڈلیاں دیکھتے ہوئے کہا۔

ایک غیر محسوس سا ڈر اسے محسوس ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے ذہن میں ایک بار پھر بھوکے اور بیمار بھائی کی آواز گونجی۔

"دیدی — روٹی — سبزی —"

اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی اندر چلی گئی — اندر خوب شاندار کمرہ تھا —

وہ اندر کی ایک ایک شے دیکھنے لگی۔ یہ گھر ایسا ہی تھا جیسے گھر اس نے فلموں میں دیکھے تھے۔

اس لمبے اور ادھیڑ عمر کے آدمی نے اندر آتے ہی دروازے پر چٹخنی لگائی۔ وہ ڈر سے کانپنے لگی۔

"لڑکی — میں زبردستی نہیں کروں گا — تیری مرضی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ چلی جا۔ تجھے تکلیف تھوڑا ہی ہونے دوں گا — بول منظور ہے —"

اس نے یہ کہہ کر میز کی دراز کھولی اور ایک ایک روپے کے چھ سات نوٹ اس کے لئے نکال لئے۔

"پیسے بھی دونگا — بس ذرا دیر کا کام ہے — جب آؤ گی اسی وقت پیسے دیدیا کروں گا —"

"اوہو تو یہ کام ہے۔"

وہ سمجھ گئی کہ وہ اس کے سینے کی جانب گھور گھور کر کیوں دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنی سہیلیوں سے ایسی بہت سی باتیں سنیں تھیں۔ "کئی بار لڑکے بھی چھیڑتے تھے لیکن وہ ان باتوں کو بہت بڑی باتیں خیال کرتی تھی۔ ایک لمحے کو خیال آیا کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے۔ اس نے دروازے کی جانب قدم بڑھائے۔

وہ ادھیڑ آدمی اُسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔

وہ مایوس سا نظر آرہا تھا۔

اس نے چٹخنی میں ہاتھ لگایا — وہ بھاگ جانا چاہتی تھی۔

اور اسی وقت دل کی دھڑکنوں کے ساتھ کسی نے آواز دی۔

"شام ہورہی ہے — چمن بیمار ہے اُسے دوائی چاہیئے — ورنہ وہ بھوکا ہے — دودھ۔۔۔۔۔ اُسے خود روٹی چاہیئے۔

وہ گذشتہ کئی گھنٹوں سے بھوکی ہے۔

اس کے قدم منجمد ہو گئے۔

"لڑکی۔ کیا سوچا۔"

اس نے مسکرا کر اس مرد کی جانب دیکھا جو دیکھنے میں اس کا باپ معلوم ہورہا تھا، منشی منجندا صاحب بھی کچھ ایسے ہی تھے۔

اس کی پُر اسرار خاموشی سے اُسے جیسے شہ مل گئی۔

دوسرے ہی لمحے اس نے اس کی پتلی سی بانہہ پکڑ کر اپنی جانب گھسیٹ لیا تھا۔

اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی ــــــ اس وقت بھی اس نے کچھ نہیں محسوس کیا جب وہ اس کو برہنہ کر کے پتہ نہیں کیسی کیسی گھناؤنی حرکتیں کر رہا تھا۔

اچانک اس کی چیخ نکل گئی۔

اس کے کنوار پن کا محل ایک شیطانی زلزلے نے مسمار کر دیا تھا۔ وہ تکیے پر سر مارنے لگی ــــ وہ ادھیڑ عمر اسے کسی بچے کی طرح بہلانے لگا ــ اس کا منہ چوم چوم کر وہ اس کو سمجھاتا چمکارتا۔

"بس، بس۔ اب تکلیف تھوڑا ہی ہوگی۔ بس پہلی بار تھا نا۔ پھر تو تمہیں بھی مزا آنے لگے گا ـ یہ بہت اچھا کام ہے ــ تم میرے پاس روزانہ آ جایا کرنا ــــ میں تمہیں ڈھیر سے روپے دیدیا کروں گا ــ اچھی اچھی چیزیں لا یا کرونگا ــ "

لیکن وہ یہ دلاسے اور بہلاوے نہیں سن رہی تھی۔

اس کے ذہن میں تو اپنے چھوٹے بھائی کا معصوم چہرہ تھا جسے وہ بخار میں تپتا بھنتا چھوڑ آئی تھی۔ اسے کوئی ہوش نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ بس ایسا لگتا تھا جیسے کوئی اس کو چیر ڈالے گا ــ کھا جائے گا ــ اس کا خون نکال کر پی جائے گا ــ

وہ سینہ جسے وہ اکثر تنہائی میں دیکھ کر فخر سے روز ادنچا کرنے کی کوشش کرتی تھی اور خواہش کرتی تھی کہ اس کے سینے ایکدم بڑے ہو جائیں۔

لیکن انہیں گلاب کے سے پھولوں کو وہ بے دردی سے مسل رہا تھا اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی ایک ایک پنکھڑی

کال گرل

آشارانی

الگ ہو جائے گی۔

زلزلہ تھا تو اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا چکا تھا، کمرے کی ہر خوبصورت شے اُسے گھومتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس نے اسے چوما اور پھر آہستہ سے ہانپتے ہوئے کہا۔

"چلو نہا لو۔"

پھر وہ اُسے ایک غسلخانے میں گھسیٹتا ہوا لے آیا۔

اسی برہنہ حالت میں اس نے اپنی ٹانگیں دیکھیں خون کی دھاریں بہہ بہہ کر نیچے تک چلی گئی تھیں۔ اُس نے بوکھلا کر نل کھول دیا۔ اُسے ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے بدن میں مرچیں سی لگا دی ہوں۔

اور پھر بڑی دیر بعد اسے سکون ہوا۔

اُسے یہ پتہ نہیں تھا کہ ان چند نوٹوں کے عوض اس نے کتنی قیمتی شئے قربان کر دی ہے۔

وہ پاؤں پھیلا پھیلا کر چلتی ہوئی جب اپنے گھر پہنچی تو بھائی کو بھوک اور بخار سے غشی طاری ہو چکی تھی۔ بھائی کیلئے ڈاکٹر صاحب کو بلا کر لاتے وقت۔ اُسے گود میں لے کر دودھ پلاتے وقت اس نے اس درندے کو جس نے اس کے جسم کی کچی بہار کو لوٹ لیا تھا اپنا دیوتا تصور کیا تھا۔

— ٭ —

اور وہ راستہ جو ریکھا نے پانچ سال قبل کے اس منحوس دن اختیار کیا تھا اس کی زندگی کا ایسا راستہ بن گیا جس میں گناہوں کی گندگی کے دلدل تھے اور وہ اس میں تیر کر کناروں کو چھونے کی تمنا میں جیئے جا رہی تھی۔

اب وہ محلہ بھینس والے میں ایک معمولی لڑکی تھی جو محلے والوں کی نظر میں ٹیوشن کرتی تھی ——— اور دو زندگیاں ایک ساتھ گذر رہی تھیں۔

وہ دن اب بھی اس کی زندگی میں کبھی نہ مٹنے والے ناسور کی طرح رستا رہے گا۔ جب وہ پہلی بار تباہ ہوئی تھی۔ کوئی عورت وہ لمحات زندگی بھر فراموش نہیں کرتی جب اس کی زندگی میں کوئی مرد پہلی بار داخل ہوتا ہے۔ چاہے وہ لغزش کے طور پر ہو

یا پھر محبت کے نتیجے میں یا پھر زبردستی۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے
زبردستی تو دنیا میں اس کے ساتھ ہوتی آئی ہے جو بدقسمتی سے
ایسے گھرانوں میں جنم لیتی ہیں جنھیں دنیا میں دولت، ثروت اور
مرتبے حاصل نہیں ہوتے۔

وہ ہر اتوار کو اب بھی بلا ناغہ اپنے ایک ایجنٹ سے ملتی تھی۔
وہ اس کے ساتھ جو خصوصی رعایت رکھتا تھا اور اس کو
ایسی ہی آسامی ٹکرا دیتا تھا جس کے ساتھ وہ گھنٹے دو گھنٹے
میں نمٹ کر گھر واپس ہو جاتی تھی کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ کبھی
حمل نہیں ٹھہرا تھا۔ ایک بار کچھ دن چڑھ گئے! کپور نے ایک
خاص قسم کی گولی جو چھوٹی مٹر کے برابر تھی اور چمکدار پنّی میں لپٹی
ہوئی تھی اسے دی تھی۔ بس تیسرے ہی دن وہ ایام سے ہو گئی
تھی، کتنا آسان طریقہ تھا۔ ایک اور طریقہ وہ کرتی تھی۔ ایام
کے بعد ایک ہفتے کی مکمل چھٹی کرتی تھی۔ یہ طریقہ بجائے خود ایک
بہترین طریقہ ہے جو عہدِ قدیم سے منصوبہ بندی کے لئے رائج رہا
ہے۔

ریکھا جانتی تھی کہ ایام کے بعد قربت میں نطفہ بآسانی قرار
پا سکتا ہے اور وہ ایسے دنوں میں وہ خصوصی احتیاطی تدابیر
اختیار کرتی تھی۔ اور اسے کبھی خطا نہیں کھانی پڑی تھی اور
اطمینان سے پڑھے جا رہی تھی گھر کی حالت سدھر چکی تھی۔
بھائی اطمینان سے کالج میں داخل ہو چکا تھا۔ وہ اچھے
ہاتھ پاؤں نکال رہا تھا۔ ریکھا سے وہ بہت محبت کرتا تھا۔

ریکھا بھی چمن سے بہت محبت کرتی تھی۔

وہ یہ کبھی فراموش نہیں کرسکتی تھی کہ اس نے چمن کے لئے ہی، پہلی بار اپنے آپ کو اس ہوس کار مرد کے آگے صرف دس روپے میں فروخت کیا تھا۔ دس بوڑھے مرد نے ایک جھٹکے میں اسے لڑکی سے عورت بنا دیا تھا اُسے یاد تھا کہ جب وہ گھر آئی تھی تو اس وقت بھی خون رس رہا تھا وہ اس کے پاس نہ چاہتے ہوئے بھی تین چار بار گئی تھی اور اس کے بعد پھر وہ ایکدن چلا گیا تھا۔ اس نے کوٹھی ہی چھوڑ دی تھی کیونکہ اس کا تبادلہ کہیں اور ہو گیا تھا۔

لیکن گنہگار مرد اپنے پیچھے ایک جانشین چھوڑ گیا تھا۔ اس کوٹھی میں آنیوالا ایک نوجوان تھا اور وہ اسے اکثر بلا لیا کرتا تھا۔

اُسے بوڑھے کے مقابلے میں نوجوان کے پاس جاتے ہوئے خوف آنے لگا تھا ——— اور وہ نوجوان اچانک لندن چلا گیا تھا اور اسے کپور سے متعارف کرا گیا تھا۔

کپور بزنس کے معاملے میں بہت کھرا آدمی تھا۔

اس نے کبھی بھولے سے بھی اُسے چھونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

بس وہ کمیشن وصول کرتا تھا۔

کمیشن وصول کرنے میں وہ کسی بنیے سے کم نہیں تھا۔ بڑا فائدے کا دلال تھا۔

لیکن نہیں دلال بھی کہاں۔

وہ تو ایک تھوک بیوپاری تھا۔ لوگ اگر اس سے پوچھتے تھے کہ کپور صاحب آپ کا بزنس کیا ہے۔ تو وہ بڑے اطمینان سے جواب دیتا تھا۔

"ساڈی ٹرانسپورٹ ایجنسی ہے۔"

اور وہ لڑکیوں کو ٹرک کہا کرتا تھا۔ وہ مخصوص اصطلاح میں "گڈی" کہتا تھا۔ اور اسی مناسبت سے اس نے لڑکیوں کے الگ الگ نام رکھ چھوڑے تھے۔

"بیڈفورڈ۔"

"ڈاج۔"

"فارگو"

اور لائی لینڈ۔ لائی مینڈ۔

بیڈفورڈ تھی آشا۔ جو لمبی دُبلی سی تھی لیکن اس کے کولہے بہت بڑے بڑے تھے اور اسی حساب سے اس کی چھاتیاں بھی بڑی تھیں۔ بڑے بازار میں ایک فرسٹ کلاس فلیٹ میں رہتی تھی۔ اس کا باپ اُسے جان بوجھ کر چلا آتا تھا۔ اور وہ اپنے گھر کی واحد کمانے والی تھی۔

ڈاج ایک چھوٹے سے قد کی لڑکی تھی۔ نام تھا برج بالا۔ برج بالا دیکھنے میں بارہ تیرہ سال کی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن تھی خوب کھائی کھیلی ہوئی، کپور کہا کرتا تھا کہ وہ اتنی جاندار ہے کہ بڑے بڑے پہلوان نما شیروں کو کھا جاتی ہے اور وہ لوگ اس کی ہی دوبارہ فرمائش کرتے ہیں۔ برج بالا پہلے ایک دفتر میں کام کرتی تھی

وہاں ایک نوجوان آرٹسٹ بھی نوکری کیا کرتا تھا۔ دونوں میں خوب جم گئی تو دفتر کے باس نے جل کر دونوں کو نوکری سے نکال دیا اس کے باوجود بھی برج بالا نے اپنے گھر میں یہ نہیں بتایا کہ اس نے کام چھوڑ دیا ہے۔ وہ اب تک یہ راز گھر والوں سے چھپائے ہوئے تھی کہ وہ اب نوکری نہیں کرتی۔ آرٹسٹ نے کچھ دنوں تک اسکی تنخواہ کا انتظام کیا پھر وہ بھی اسے چھوڑ گیا۔ اور اب برج بالا کسی ڈرائیور گاڑی کی طرح مال ڈھوتی تھی اور مہینے کے مہینے تنخواہ اپنے گھر دیدیتی تھی۔

وہ خود مرسیڈیز تھی۔

کپور نے اُسے یہی نام دیا تھا کیوں کہ اس کا ہر پرزہ اپنی جگہ درست تھا۔ وہ شہر کی تنگ سڑکوں میں دن رات چلتے رہنے کی بجائے لانگ روڈ کے واسطے موزوں تھی۔ اسی لئے کپور اسے مرسیڈیز کہتا تھا۔

لائی لینڈ تھی تصویر کور، یہ پنجاب کی سکھنی تھی اس کا شوہر معمولی کارخانے کا فٹر تھا لیکن سوٹ ڈھائی سو کا پہنتا تھا۔ اور دھڑا کے سے موٹر سائیکل پر چڑھتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اسکی موٹی تازی بیوی کہاں سے یہ رقم لاتی ہے۔۔۔ لیکن اُسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔

گاؤں کی زندگی میں شاید ایسی مثالیں شاذونادر ہی ملتی ہوں لیکن شہروں میں تو بیویوں بیٹیوں اور بہنوں کی کمائی کھانا ایک عام بات بن چکی ہے۔

شہروں میں تو اکثر لوگوں کا یہ مقولہ بن چکا ہے کہ پیسہ آنا چاہیئے۔ کہاں سے آتا ہے، اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ اس بات کا اندازہ اسی امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ لڑکی کا باپ ایک دفتر میں معمولی کلرک ہے۔ لیکن بیٹی صاحبہ بیس، روپے میٹر کا سوٹ پہن کر باہر نکلتی اور لوگوں پر بجلیاں گراتی ہیں۔

لیکن ریکھا میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

ہاں اتنا ضرور تھا کہ جب وہ کام کے لئے نکلتی تھی تو سفید سوتی ساڑی میں اسقدر کڑک کا آواز ہوتی تھی کہ دیکھنے والے اس کو تو نہیں ہاں ساڑی کے ساتھ ضرور کچھ کرنے کی سوچنے لگتے تھے۔ واقعی وہ پھولی ہوئی ساڑی میں ایسی فرغی معلوم ہونے لگی تھی جو پر پھیلا کر مرغے سے وصال کی خواہشمند ہوتی ہے۔

بس عجیب سی زندگی گذار رہی تھی یہ ریکھا بھی۔

آج اتوار تھا۔ لیکن اُسے معلوم نہیں تھا کہ یہ اتوار اس کی زندگی کا عجیب ترین اتوار ثابت ہونے والا ہے۔

ریکھا نے بارہ بجے تک مطالعہ کیا۔ مطالعہ میں ایسی محو تھی کہ اُسے ہوش ہی نہیں رہا کہ آج اس کا ڈیو کا دن ہے اور اسے جانا بھی ہے۔ امتحانات قریب تھے اور اسے پورا یقین تھا کہ اس بار وہ باقاعدہ ڈویژن لائے گی۔

اور ڈویژن حاصل ہوتے ہی اُسے یہ بھی یقین تھا کہ کسی دفتر میں اچھی نوکری لگ جائے گی۔ لیکن اُسنے پڑھتے پڑھتے یہ بھی سوچا تھا کہ نوکری بس وہ اتنے ہی دن کرے گی جب تک چمن کسی لائق نہیں بن جاتا۔

"دیدی ــــ"

چمن نے اچانک اُسے چونکا دیا۔

اس نے کتاب سے نظریں اٹھائیں۔
چمن اب خاصا قد نکال رہا تھا۔
اُسے چمن پر اس وقت بے پناہ پیار آیا۔
اس نے یہ بھی نہ سنا کہ اس کی پاگل ماں باہر سے چیخ رہی ہے۔
"کھسما کھانی۔"
وہ مسکرائی۔
اس نے کتاب بند کی اور پھر چمن سے بولی "جا ذرا دوڑ کر بازار سے ایک کاپی لے آ۔"
یہ اس لئے تھا کہ وہ چمن کی عدم موجودگی میں ننگی ہو کر نل کے نیچے ذرا دیر میں نہا لے۔ چھوٹے گھروں میں کوئی غسلخانہ نہیں ہوا کرتا۔ اور عام طور سے عورتیں اسی وقت نہایا کرتی ہیں جب وقت گھر کے مرد باہر چلے جاتے ہیں۔ اور عورتوں کا عورت سے تو کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ بلا تکلف بیٹیاں، ماں کے سامنے اور ماں بیٹیوں کے سامنے ننگی ہو جایا کرتی ہیں۔
عورت عورت سے اس قدر بے حیا ہو سکتی ہے۔ اس بات پر مردوں کو صدیوں سے حیرت ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ آخر مرد مرد کے سامنے برہنہ ہونے سے کیوں جھجکتے ہیں۔ وہ تو بے تکلف دوستوں کے سامنے بھی اس طرح ننگا ہونا گوارہ کر نہیں سکتے۔
اس نے ماں کے بڑبڑانے کا کوئی خیال نہیں کیا۔
نل کے نیچے وہ کپڑے اتار کر بیٹھ گئی۔ پانی بہا کر ابھی وہ تولیئے سے اپنا کچھ کچھ ڈھیلا پڑتا ہوا جسم پونچھ ہی رہی تھی کہ چمن

نے کنڈی کھٹکھٹائی۔

ننگی بھاگتی ہوئی الگنی سے ہیٹی کوٹ اتار کر اسے پہنا اور ناڑا باندھتے ہوئے سینے میں تولیہ ڈھانپ کر دروازہ کھولدیا۔ اور ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

وہ چمن نہیں تھا۔

وہ تو پڑوس کا جگو تھا۔ نام تھا جگدیش، پڑھتا تھا۔ اس کے باپ کی کرانے کی دوکان تھی کسی بازار میں ــــ کافی امیر سمجھا جاتا تھا۔ اس کا گھر محلے میں ــ ایک نمبر کا کھلنڈرا لڑکا تھا۔ دن بھر بچوں کی طرح پتنگ بازی کرتا اور ادھم مچاتا رہتا تھا۔

"ارے جگو ــــ بول رے کیا بات ہے ؟"

اسنے دروازے کا پٹ بھیڑتے ہوئے کہا

"تم ــــ میری پتنگ کٹ کر تمہارے گھر آ گئی ہے۔"

"نہیں ــــ یہاں کوئی پتنگ نہیں آئی ہے ــــ جاؤ ــــ"

اسنے جواب دیا۔ لہجے میں غصہ تھا۔

بھری بیدسے اس کے بھیگے ہوئے بدن کو جگو نے شوخی سے دیکھا پھر بولا۔

"میں کیسے مان لوں جبکہ میں نے خود پتنگ تمہارے پاس کرتے دیکھی ہے۔"

"کیسی پتنگ تھی ــــ" وہ جھلا گئی اور آنگن میں ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"لال تھی ــــ دل کی طرح لال۔"

کال گرل

آشا رانی

ناشر:
حسینی پاکٹ بکس
دُنیا پبلیکیشنز، ۲۷۹۴، پہاڑی بھوجلہ دہلی ۶

"جگو — کیا بکواس ہے —"

"بکواس نہیں ہے — سچ مچ میرے دل کی پتنگ کٹ کر تمہارے آنگن میں آگری ہے —" جگو کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"شٹ اپ —" وہ دہاڑی۔

"آج ہی چودھری چاچا سے کہہ کر تمہاری شرارت بازی کا مزا چکھواتی ہوں —"

اس نے دھڑ سے کواڑ بھیڑ کر کنڈی چڑھا دی۔

اور تیزی سے اندر چلی گئی —

اس کا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا تھا۔

غصّے سے سانس پھول رہا تھا۔

آخر اس کی مجال کیسے ہوئی اتنی بات کرنے کی۔

آج تک تو کسی کو اتنی ہمت ہو نہیں سکی تھی۔ کسی نے اسے آتے جاتے بھی نہیں ٹوکا تھا۔ سب جانتے تھے کہ وہ ایک شریف لڑکی تھی۔ محلے کے آوارہ نوجوان تک اس سے آنکھ نہیں ملاتے تھے۔

اس کے آتے جاتے وقت راستہ چھوڑ دیتے تھے۔

یہ جگدیش کو اتنی ہمت کیسے ہوئی — ؟

اس کا تنفس تیز ہو گیا۔

وہ تو آوارہ بھی نہیں تھا۔ ہر گھر میں اس کی تعریف ہوتی تھی۔ کہ اتنا بڑا ہو کر بھی بچہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کی واحد تفریح تھی پتنگ بازی۔

اس کی اس تفریح پر اسے اکثر ڈانٹ بھی کھانی پڑتی تھی۔ پچھلے

سال تو وہ چھت سے بھی گر پڑا تھا اور پندرہ دن تک ہسپتال میں رہا تھا۔ پھر بھی اس نے اپنی یہ حرکت نہیں چھوڑی تھی۔

آخر اسے ہوا کیا۔

وہ اتنی بیباکی سے اس سے اظہار محبت کیوں کر گیا۔

اس کا جی ڈوبنے لگا۔

کہیں اس کو اس کے بارے میں علم تو نہیں ہو گیا اور اس کی یہ کمزوری اس کی جرأت کی وجہ بن گئی ہو ---؟

یہ سوچ کر تو اس کا وجود تھرتھرا گیا۔

وہ تو بڑے احتیاط سے یہ دھندا پوشیدہ رکھا کرتی تھی۔

کناٹ پیلیس یہاں سے دس بارہ میل دور تھا اس کے علاوہ وہ ایسی جگہوں پر جاتے وقت حتی الامکان پوشیدہ رہتی تھی تاکہ کسی جاننے والے کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔

"پھر ---؟"

اس نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ وہ اس کی شکایت چودھری سے کرے گی۔

لیکن پھر اس کے حوصلے پست ہو گئے۔

وہ ایسا نہیں کر سکی تھی۔

اگر واقعی جگدیش سب کچھ جان گیا ہے اور اس نے ساری بات لوگوں کو بتادی تو پھر کیا ہوگا ---؟

گناہ ہمیشہ انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔

اس نے فیصلہ کرلیا کہ اب اس راستے پر نہیں چلے گی۔

اس راستے میں اب اسے خطرہ نظر آنے لگا تھا۔

اُسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا کہ آخر اس کو شروع میں ہی اس لائن میں خطرہ کیوں نہ نظر آیا۔ اب تو پانچواں سال گذر چکا تھا۔ اور اب تو اسے بھی مزا آنے لگا تھا۔ کئی ہفتوں کو تو وہ خود ہی چاہ کر کے وہاں گئی۔ کسی شادی شدہ عورت کی طرح بن سنور کر زندگی اور جوانی کا لطف حاصل کرنے۔

اس کام میں مصیبت یہ تھی کہ جیسے جیسے اس کی عمر زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ لطف بڑھتا جاتا تھا۔ اور اس وقت جب کوئی منچلا گاہک اس کے تن بدن کو توڑ مروڑ کر اپنے پیسے وصول کر رہا ہوتا تھا وہ اس تلذذ میں اس قدر کھو جاتی تھی کہ اسے دنیا جہان کا کوئی ہوش نہیں رہتا تھا۔

پھر بھی آج زندگی میں پہلی بار اُسے احساس ہوا کہ اس میں اب خطرہ ہے۔

جگدیش کا انداز بتا چکا تھا اُسے کچھ نہ کچھ یا بہت کچھ اس کے بارے میں ضرور معلوم ہو گیا ہے۔ اس فتنے کو یہیں دبا کر آگے کی زندگی کے بارے میں سوچنا ہو گا۔

چمن نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

اس نے بلاؤز پہن کر اور چادر ڈال کر دروازہ پر آ کر اس وقت تک دروازہ نہیں کھولا جب تک کہ اس نے چمن کی آواز نہیں سن لی۔

چمن نے کاپی اس کے حوالے کی جس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

پھر اس نے نظریں نیچی کرتے ہوئے کہا۔

"دیدی — امتحان کی فیس —"

اس کے ذہن پر ایک ہتھوڑا سا لگا۔

گھر میں تو صرف دس روپے کا اکلوتا نوٹ تھا۔ جو وہ پرس میں ڈال کر جانے والی تھی۔

"اچھا — کل دے دینا — آج ٹیوشن کے روپے ملیں گے۔"

اب وہ پھر تھوڑی دیر قبل کیا ہوا عہد سب بھول کر کپڑے بدل رہی تھی۔ ہاں جگنوں کی آواز اب بھی اس کے دل پر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

بالآخر وہ اپنی ہفت روزہ ڈیوٹی پر روانہ ہو گئی — محلے کی گلی پار کر کے وہ سڑک پر آ گئی۔ اس نے اسی کوٹھی کو دیکھا جو اب بھی بدستور اسی آب و تاب سے کھڑی تھی، اب اس میں کوئی اور رہتا تھا۔ آج وہاں لان میں شامیانہ تنا ہوا دکھائی دیا تھا اور کیرتن بھجن کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

شاید کوئی بہت بڑا بلیک ارکیٹر اس کوٹھی میں آ کر رہا ہوگا — بس اسٹاپ کی جانب چلتے ہوئے ریکھا نے سوچا۔ اور اسے ہنسی آ گئی۔ یہ خیال اسے یوں آیا تھا کہ بنئے رام بابو نے جب سے ڈالڈا کی بلیک مارکیٹ کی تھی ایکدم اس کے دن پلٹ گئے تھے اور اس نے کھاری باؤلی میں دوکان کر لی تھی وہ ہر سوموار کو کیرتن کرواتا تھا

وہ عام طور سے بس اسٹاپ پر آ کر کھڑی ہو جاتی تھی۔

اور جیسے ہی وہ دیکھتی تھی کہ کوئی اس کی جان پہچان کا نظر نہیں

آیا وہ ٹیکسی یا اسکوٹر رکشا روک کر اس پر سوار ہو جاتی تھی اور منزلِ مقصود کی طرف چل پڑتی تھی۔

بس آئی ٹھسا ٹھس بھری ہوئی تھی۔

اُسے اپنے بالوں اور ساڑی کا خیال تھا اور ہمیشہ رہتا تھا اس لئے بس میں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

بس گئی۔ اس کے بعد ہی ایک ٹیکسی آ کھڑی ہوئی۔

اس نے ٹیکسی کی جانب قدم بڑھایا ہی تھا کہ اس کا جی کچھ دھک سے ہو گیا۔

اُسے جگدیش آتا دکھائی دیا تھا۔ وہ دور ہوتا تو وہ اڑن چھو ہو جاتی لیکن وہ تو قریب آ چکا تھا۔ اتنی ہی دیر میں وہ اپنے خراب کپڑے تبدیل کر آیا تھا وہ اس وقت خوب تنگ سی پتلون میں بھی لبھائے معلوم ہوتا تھا اس نے مسکرا کر اس کو دیکھا پھر نظریں نیچی کر کے بولا۔

"کہاں کی تیاری ہے؟"

"ٹیوشن —— اس نے دبی زبان میں کہا۔

غصے سے اس کا تن بدن پھُنک رہا تھا لیکن اس نے ضبط سے کام لیا۔ وہی بات تھی کہ اس کے من میں چور تھا۔

"ناراض تو نہیں ہو۔"

جگدیش نے بڑے نرم اور صاف لہجے میں اس سے پوچھا۔

اس نے دیکھ لیا تھا کہ بس اسٹاپ خالی تھا۔ آخری دو آدمی آتی ہوئی ٹیکسی میں بیٹھ کر چلے گئے تھے۔

"میں سمجھی نہیں کہ تم نے ایسی بات کیوں کہی، جبکہ میں نے آج تک تم کو بیحد شریف لڑکا سمجھا ہے ـــــ"۔ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس نے کہا۔

"شریف تو میں ہوں ـــ لیکن دل تو شاید شریفوں کے بھی ہوتا ہے۔"

جگو نے بڑے صبر و استقلال کے ساتھ کہا۔

"میں سمجھی نہیں ـــ"

"میں تم سے محبت کرتا ہوں ـــــ بہت دنوں سے کہنا چاہ رہا تھا لیکن ـــ لیکن کہہ نہیں سکا تھا۔ آج چھت پر تمہیں نہاتے دیکھا تو دل نہ مانا اور تم سے ایسی بری بات کہہ آیا ـــ معاف کر دو ـــ"

"تو تم نے معافی مانگنے کے لئے اس وقت یہ پیچھا کیا تھا ـــ؟"

وہ لاکھ سنبھلنے کے باوجود اپنے اندر کی کھائی کھیلی عورت کو چھپا نہیں سکی۔ حالانکہ اسے شرمانا چاہیئے تھا۔

لیکن وہ شرما نہیں سکی تھی۔

بلکہ اس نے جانچنے والی نظروں سے جگو کے گٹھے ہوئے جسم کا جائزہ لیا۔

اس کی بھری ہوئی رانیں اور چوڑی چکلی چھاتی خوبصورت گول مردانہ چہرہ اور اس پر برستا ہوا بھولپن دیکھ کر وہ واقعی شرما سی گئی۔

"تو میں یہ سمجھوں کہ مجھے تم نے معاف کر دیا ہے۔"

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

جگنو ـــ" وہ اپنے پرس کا منہ مروڑتے ہوئے بولی۔
"آئندہ سے ایسی باتیں مت سوچنا ـــ یہ اچھی باتیں نہیں ہیں
آپ بچے نہیں ہو سمجھدار ہو ـــ تمہارے گھر والے کبھی
یہ نہیں چاہیں گے ـــ میں بہت غریب لڑکی ہوں ـــ تمہیں
کسی کی غریبی کا مذاق اڑا کر اسے آلو بنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔
اس نے یہ جملے کہتے ہوئے اپنی پریشانی پر قابو پا لیا تھا۔
اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے
بس کسی فلم کے سین کی طرح اس سے محبت جھاڑ رہا ہے۔ اُسے دل
ہی دل میں اس کی حماقت پر ہنسی آ رہی تھی اور غصہ بھی۔
"ریکھا ـــ تم پڑھی لکھی ہو کر بھی اپنے آپ کو غریب کہتی ہو۔
میں نے پڑھ رکھا ہے کہ علم بجائے خود ایک دولت ہے ـــ اور
مجھے معلوم ہے کہ تم ایک ذہین طالبہ ہو جبکہ تم نے کبھی کوئی ٹیوشن
نہیں لیا خود ٹیوشن کرکے گھر چلاتی ہو ـــ میں سوچ سمجھ کر تم
سے بات کی ہے ـــ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔
جگنو کی بات میں ایک عجیب سی پختگی تھی ۔ عزم اور حوصلے
کی گرمی تھی ۔
ریکھا کو ایسا لگا جیسے وہ تپتی ہوئی دھوپ میں بس اسٹاپ
پر نہیں بلکہ کسی ایسی وادی میں کھڑی ہے جہاں چاروں طرف
محبت کے گل بوٹے لہلہا رہے ہیں۔
شاید یہ اتنی طویل بے چینی کی زندگی میں پہلا موقع تھا جب
کسی معصوم مرد نے اس کے کانوں میں یہ لفظ انڈیلے تھے۔ ورنہ

اس نے یہ لفظ سنے تھے۔

"تم بہت خوب صورت ہو ——— بے حد سویٹ —"

"اف تمہیں دیکھ کر تو پاگل ہو گیا ہوں — میں پھر ملوں گا۔

"واہ جی خوش کر دیا ——— میں تو تمہیں زنڈی سمجھا تھا —"

بس اس قسم کے جملے اس نے سنے تھے۔

جگو جیسی گرمجوشی کے ساتھ اظہار محبت کسی نے نہیں کیا تھا۔

کتنی بے ساختگی سے اس نے اپنے دل کی بات کہہ دی تھی۔

"کیا سوچنے لگیں —"

"سوچتی ہوں کہ تمہیں کیا ہو گیا ——"

"بس تم ہاں کر دو ——— باقی میں خود دیکھ لوں گا —"

"مجھے سوچنے دو —"

"سوچ لو ——— لیکن میں انکار سن کر زندہ نہیں رہوں گا"

جگو نے تو یہ بات مسکرا کر کہی تھی —

لیکن اس کا دل دھک سے ہو گیا —

کوئی اس کے لئے بھی جان دے سکتا ہے"

یہ بات کسی ایسی لڑکی کے لئے کتنی مسرور کن ہو [illegible] کے

خواب تشنہ ہوں — ریکھا پسینے میں نہا گئی —

"اچھا کل کالج کے باہر ملو ———" [illegible] کہہ دیا [illegible] گئی

تھی وہ بغیر کوئی بات سنے ہوئے بس کی جانب بڑھ [illegible]

ہوئی بس میں ساڑی اور بال خراب ہو رہے تھے مگر [illegible] ہو کر

وہ گھستی چلی گئی ——— بس دھواں چھوڑتی ہوئی چل پڑی —

اس نے شیشے سے جھانک کر دیکھا۔

جگنو وہیں کھڑا جاتی ہوئی بس کو دیکھ رہا تھا۔

بس اسٹاپ پر اتر کر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے گیور کے آفس کی جانب قدم بڑھا دیئے

دو لونڈے اس کے بالکل پیچھے پیچھے باتیں کرتے ہوئے چل دیئے تھے

"ابے ٹیکسی ہے۔"

"اگر اس ـــ" دوسرا بولا۔

"بیٹ کر لے ــ"

"کتنے کی ــ؟"

"پچاس پچاس کی ــ"

"چلو بیٹ ــ"

"ابے ہار جائے گا ــ"

"تجھے کیسے معلوم ــ"

"تجھے چاہیئے ـــ نا" پہلا بولا ـ "ابھی بات کراتا ہوں۔ بول"

"جی ہی ـــ تجھے کیسے معلوم ـــ؟"

اسے بے حد غصہ آ رہا تھا اندر ہی اندر اس کا وجود کھولا جا رہا تھا۔ اس نے غصے میں قدم اور تیز کر دیئے ـــ وہ جانتی تھی کہ ایسے آوارہ لونڈوں کے منہ لگنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ ایک بار ڈانج نے ایک مجنوں کی پٹائی کر دی تھی۔ لیکن دوسرے ہی دن اسے زبردستی ٹیکسی میں ڈال لیا گیا تھا۔ وہ تو گیور موقع پر

حسینہ پاکٹ بکس

ناول . . . . کال گرل

مصنفہ . . . . آشارانی

حسن کار . . . . مس ۳، ونود بالا

کاتب . . . . تصدق حسین

مطبوعہ . . . . خواجہ پریس دہلی

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

ناشران:-

دنیا پبلیکیشنز پہاڑی بھوجلہ دہلی ۔

اس ناول میں شائع ہونے والے نام، مقامات، کردار اور واقعات سب فرضی اور بے بنیاد ہیں، کسی سے کوئی مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے ناشر اور مصنفہ پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ۔

CALLGIRL (NOVEL . URDU)

BY ASHARANI

PRSCE RS. 10/2

پہنچ گیا تھا اس نے ٹیکسی روانہ ہونے سے قبل ہی ڈرائیور کو پکڑ کر باہر کھینچ لیا تھا اور پھر پولیس آگئی تھی لیکن کپور نے خود ہی بات آگے نہیں بڑھائی تھی۔

"ابے تجھے کیسے پتہ چلا کہ یہ ٹیکسی ہے۔"

"ابے ہم اس میدان کے پکے کھلاڑی ہیں۔ چال سے بتا دیں کہ چڑیا پھنسنے والی ہے یا ——— پر تجھے کیا لینا ان باتوں سے بول کرنا ہے کچھ۔"

"کرایا یار ——— پر ——— ؟"

"پر ور کچھ نہیں ——— ابھی بات کرتا ہوں۔ نکال ایک سو کا پتہ ——"

"سو کا پتہ ——" ؟

"تو نے سالے وہاں قصبے میں بس کنجڑنیاں ہی پٹائی ہوں گی دو دو روپے میں ب——— یہ نئی دلی ہے یہاں ہر چیز سرکار ریٹ بائی ہے۔"

"پر یہاں تو السداد عصمت فروشی ——"

"ہنڈل، ابے روپیہ چاہیئے، یہاں تو لیڈر تک روپے سے خریدے جاتے ہیں، ممبر روپے لے کر دل بدل کرواتے ہیں، لڑکی چاہیئے ——— کروں بات۔"

اور اس کے ساتھ ہی ایک باریک سی سیٹی گونجی۔

وہ غصے میں آپے سے باہر ہو کر پلٹی ——— بالکل بپھری ہوئی شیرنی کی طرح۔

"نمستے جی ـــــ" بڑی لاپروائی کے ساتھ ایک ٹیڈی نوجوان نے اس سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے ـــــ" وہ غرائی ـــ

"شرم کی اس میں کیا بات ہے میم صاحب ـــ میرے کو پتہ ہے کہ آپ صاحب لوگ کے ساتھ کار میں جاتی ہیں ـــ ایک دن غریبوں کے ساتھ بھی سہی ـــ ریٹ بتا دیں۔ یہ سالا بہت مالدار ہے موٹا مرغا ـــ" اس نے اپنے ساتھ کھڑے ایک شرمیلے سے نوجوان کی جانب اشارہ کیا۔

"شٹ اپ ـــ"

"کوئی بات نہیں ـــ اب تمہارے کالے کوٹ والے برد کرے بات کر لیں گے جو کافی ہاؤس میں تمہارا انتظار کر رہا ہوگا ـــ"

وہ اس کو دیکھتی رہ گئی ـــ

"ہم ان گلیوں کے شہزادے ہیں میڈم ۔ کہو تو تمہاری سہیلیوں کے نام گنواؤں ـــ"

اس کا غصہ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا شکست خوردگی کے احساس سے اس کا جی چاہا کہ زور سے رو پڑے ۔ لیکن پھر وہ ایک پیشہ ور لڑکی کی طرح مسکرائی

"صرف ایک کے ساتھ ـــ"

"او۔ کے ـــ میں تو ویسے بھی ٹیکسی میں یقین نہیں رکھتا۔ اتنا کہتے ہوئے اس نے بڑی مہارت سے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا

اس نے بڑے اطمینان سے اس کے پرس میں سو روپے کا ایک نوٹ داخل کر دیا۔
پرس کھولا بھی اور بند بھی کر دیا۔
وہ نہ چاہتے ہوئے بھی چلدی۔
دل میں وہ سوچ رہی تھی کہ آج معاملہ ڈائرکٹ ہی سہی۔ ویسے اسے سو روپے کی ضرورت بھی تھی۔ اور کپور اسے پچاس بھی مشکل سے دیتا تھا۔
تھوڑی دوری پر ہی ٹیکسی اسٹینڈ تھا۔
دونوں نے آہستہ سے کوئی بات کی اور پھر وہ شرمیلا نوجوان بے تکلفی سے اس کی بانہہ تھام کر اپنے ساتھی سے بولا۔ او۔کے۔ تھینک یو۔"
"ڈونٹ مینشن اٹ از مائی ماب۔"
اور پھر وہ اسے ایک ٹیکسی میں بٹھا کر ڈرائیور سے بولا۔
"پٹیل نگر۔"
"جی آگا جی۔" ڈرائیور نے کہا اور ٹیکسی اسٹارٹ کر دی۔
اس کا دل ڈر رہا تھا۔
پہلی بار وہ ایک انجانے گراہک کے ساتھ جا رہی تھی۔ اس کا دل اندر سے ڈر رہا تھا کہ پتہ نہیں وہاں کیا صورتِ حال پیش آئے کپور تو اسے جانے پہچانے لوگوں کے ساتھ بھیجتا تھا جو بڑی شائستگی اور نفاست کے ساتھ کرائے کی چیز استعمال کرتے تھے۔ اور واپس کر دیتے تھے۔ لیکن اس اجنبی کے ساتھ اسے ڈر ہو رہا تھا کہ کہیں بد معاشوں سے سابقہ نہ پڑ جائے کیونکہ ہیڈ نورڈ ایک دن ڈائرکٹ پھنس گئی تھی اور اس کے ساتھ رات بھر میں بارہ تیرہ آدمیوں نے منہ کالا کیا صبح کو وہ اسے بیہوش حالت میں ایک پارک میں ڈال

گئے تھے ـــــ وہ پندرہ دن ہسپتال رہی تھی تب کہیں جا کر ٹھیک ہوئی ۔ اُسے ٹانکے آئے تھے لیکن اس نے کبھی یہ تسلیم نہیں کیا تھا ۔

O

راستے میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی ۔

شاید وہ نوجوان بہت محتاط قسم کا واقع ہوا تھا ۔ اس کی خاموشی اور حرکات و سکنات سے اُس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کوئی بُرا آدمی نہیں تھا بالکل ایک عام سا امیر نوجوان تھا جیسے عام طور سے وہ نوجوان ہوتے ہیں جن کا باپ تازہ تازہ مرا ہو اور وہ دولت ہاتھ آتے ہی عیاشی کی جانب مائل ہوتے ہیں ۔

بس وہ آج کے دن کے بارے میں سوچ رہی تھی ۔

آج ہی جگنو نے اپنی تمامتر معصومیت کے ساتھ اس سے اظہار محبت کر کے اس کے دل کی ویران وادیوں میں ہلچل مچا دی تھی ۔ اور آج ہی وہ مجبوراً اس نادیدہ شخص کے ساتھ چلی آئی تھی وہ آتی تو نہیں یہاں آنے کے لئے مجبور ہو گئی تھی ۔

اس نوجوان کا ساتھی تو بیحد خطرناک معلوم ہوتا تھا۔ لیکن یہ بالکل سادہ لوح۔ اُسے اچانک جگو کا خیال آ گیا۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ کل جگو کو ہاں میں جواب دیگی ــــــ اگر جگو واقعی اس سے محبت کرتا ہے تو ہر قیمت پر اپنی پیش کش کو پورا کریگا۔ اور اس سے شادی کرے گا۔

اور شادی کے بعد وہ اپنے گھر کی ہو جائے گی۔

اُسے اب شادی کرلینی چاہیئے۔

اور جگو جیسا شوہر تو اُسے اس دنیا میں مل ہی نہیں سکتا تھا۔

مگر پھر بوڑھی پاگل ماں اور بھائی کا کیا ہوگا۔؟

یہ خیال اس کے دل میں برچھی کی طرح لگا تھا۔

چمن کا معصوم چہرہ اس کی نگاہوں میں گھوم گیا۔

پھر خیال آیا۔

اُسے کہیں نوکر رکھوا دے گی۔ اس سے چھوٹے چھوٹے لڑکے کماتے اور محنت کرتے ہیں۔۔

پھر اُسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔ اس نے تو اپنے بھائی کو پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بنانے کی بات سوچی تھی۔ وہ اسے ڈاکٹر بنانا چاہتی تھی۔ بس اس نے اسے سائنس لینے کو کہا تھا۔ اور اب وہ اپنے بھلے کے لئے اُسے منجدھار میں چھوڑ جائے گی۔

وہ کیا بنے گا اس نے سر جھٹک دیا۔

"نہیں۔ نہیں ــــ" اس کے منہ سے نکل گیا۔

نوجوان نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

"آپ نے کچھ کہا ——؟" اس نے بڑی شائستگی سے پوچھا
"جی نہیں۔
"نہیں۔ نہیں — آپ نے دو شبد کہے تھے۔" وہ مسکرایا۔
"بس خیالوں میں بہہ گئی تھی۔"
"اوہ ——" اس نے اس کی جانب حیرت سے دیکھا
اور پھر ڈرائیور سے بولا —— بس سامنے والی کوٹھی کے اندر لے چلو —"
"گھر ——؟" ریکھا نے اس کی جانب حیرت سے دیکھا۔
"کیوں —— آپ کو تعجب ہے ——؟"
"میرا مطلب ہے آپ کے گھر والے ——"
"میں ہی اپنا گھر والا ہوں ——"
وہ حیرت کے ساگر میں ڈوبتی ہوئی ایک شاندار پورٹیکو میں اتری تو اس کے قدم لرز رہے تھے — نوجوان نے جیب سے پرس نکال کر کچھ نوٹ نکال کر ڈرائیور کو دیئے۔
ڈرائیور نے سلام کر کے نوٹ لیے اور میٹر کا فلیگ اٹھا کر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔
"آیئے ——" اس نے بڑے نرم اور پر اسرار لہجے میں کہا۔ ریکھا کانپتی ہوئی اندر چلی گئی۔ وہ اس کا بازو سنبھالے اندر لے جا رہا تھا۔
کوٹھی واقعی عالیشان تھی۔ خوب سجے ہوئے کمرے میں لیجا کر اس نوجوان نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
"تشریف رکھیے ——"

وہ کانپتی ہوئی ایک شاندار صوفے میں دھنس گئی۔ نوجوان اس کے نزدیک بیٹھ چکا تھا۔ اس نے اپنے حواس درست کئے اور پھر اس کی جانب دیکھا۔

وہ نوجوان اسے اب بےحد پُراسرار نظر آنے لگا تھا

"آپ کا نام پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔"؟

وہ اس وقت گھڑی دیکھنے لگ گئی تھی۔

"نام پوچھ کر کیا کرو گے۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ چار بجے تک ہر قیمت پہ مجھے واپس جانا ہے۔"

"جی — آخر آپ کو نام بتانے میں کیا حرج ہے"؟

"ماں نے کہہ کر میرا نام رکھا ہے۔" اس نے بگڑ کر کہا۔

"میں آپ کا وقت خراب نہیں کروں گا — میرا ڈرائیور جائے لا رہا ہو گا — ہم اطمینان سے باتیں کریں گے۔ آپ کا نام اگر پاملی ہے۔ تو بہت خوبصورت ہے — میں دیکھا یہ بہت دلچسپی کرتا ہوں۔"

اس کے لہجے میں فلسفیوں جیسی سنجیدگی تھی۔

"تو کیا مجھے فلاسفی پڑھاتے یا آسٹرولوجی کی تبلیغ کرنے کے لئے وہ یہاں تک لایا ہے۔" اس نے اپنے دل میں کہا۔

"مسٹر — ، ٹائم بہت قیمتی شے ہے۔ اور میں بہرحال آپ سے تعلقات بڑھانے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ خاموشی ختم کریں۔ اور ......"

"اور جنس کے بھوکے کتوں کی طرح اپنا کام شروع کر دوں"؟

اس نے نہائت تیکھے لہجے میں کہا۔

اس کو اس کے انداز سے غصہ آ گیا۔ لیکن بہر حال وہ ضبط والی لڑکی تھی۔

"تو پھر مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔۔۔؟" اس نے یہ بات کہہ دی اُسے حیرت تھی کہ اس نے اتنی صاف بات کیسے کہہ دی

"یہاں۔۔۔ کیوں لایا ہوں۔۔۔ دیکھا جی۔ ابھی میں یہی سوچ رہا ہوں کہ یہاں آپ کو کیوں لایا ہوں۔۔۔ آپ کا سوچنا بھی درست ہے اور ان نے آپ کے ساتھ جس طرح بات کی تھی آپ کو یہی سوچنا بھی چاہیئے تھا۔ لیکن بہر حال آپ کو یہاں تک لانے کا کوئی اور راستہ بھی تو نہیں تھا۔۔۔ میں۔۔۔"

"مہر اہ کرم۔۔۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر اُسے ٹوک دیا۔

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"وقت آج کی دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے۔ بڑی مصروف ہے دنیا۔۔۔" اس نے گھنٹی کے بٹن پر جو دیوار میں لگا تھا ہاتھ دوبارہ رکھتے ہوئے کہا۔

"یا تو آپ بہت چالاک ہیں اور یا پھر بالکل بدھو۔۔۔"

"آپ نے مجھے چالاک کیوں سمجھا۔۔؟"

"اس لئے کہ آپ سو روپے خرچ کر کے آپ دوست بھی بنانا چاہتے ہیں تاکہ میں آئندہ آپ کے لئے مفت انجائے کرتی رہوں" اس نے جھلا کر کہا۔

"اور بدھو کس طرح۔۔۔؟"

"اس لئے کہ سو روپے خرچ کر کے بھی تم اپنی رقم وصول کرنا نہیں چاہتے ــ "

"میں نے وہ رقم اس لئے خرچ نہیں کی ہے ـ" اس نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"تب تو آپ کو کسی دھرمشالے یا پھر یتیم خانے کو چندہ دینا چاہیئے۔ میں خیرات قبول نہیں کر سکتی ــ" اس نے پرس کھولا اور وہ نوٹ جو اوپر ہی پڑا تھا مروڑ کر اس کی جانب پھینک دیا۔

"یہ لو ــ میں چلی ــ" اس نے پرس ہلایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دیکھا ــ تم مجھے پڑھی لکھی لگتی ہو ــ اس کے باوجود بھی اتنی جذباتی ہو ــ" نوجوان نے کہا۔

"مسٹر ــ میں آپ کے ساتھ بور ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ تم نے ایک کال گرل بک کی ہے کوئی لیڈی کمپنی نہیں رکھی ہے جو آپ کے اوٹ پٹانگ سوالات کے جواب دے۔"

"بس دیکھا ــ میں تو آپ سے بہت ضروری بات کرنے والا تھا۔"

"میں بھی یہی کہہ رہی ہوں کہ وہ ضروری بات کہہ ڈالو ــ" وہ مسکرائی۔

"آپ بیٹھیں تو سہی ــ" نوجوان نے اسی شائستگی کے ساتھ کہا۔

"فرمائیے ــ" وہ بیٹھ گئی۔

"کیا آپ مجھے کسی دوست یا کسی بڑے آدمی کو سپلائی کرنا چاہتے ہیں ــ میں لارج اسکیل میں بزنس نہیں کرتی ہاں میری کچھ سہیلیاں البتہ ایسی ہیں ــ"

"یہ بات نہیں ہے ـــــ"

"پھر کیا آپ مجھے شادی کا پیغام دینا چاہتے ہیں، لیکن یہ سب تو فلموں میں ہوتا ہے۔"

"حقیقت زندگی فلموں سے زیادہ پر اسرار ہے ـــ" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"پھر فلسفہ ـــــ میں آپ کے روپے واپس کر چکی ہوں۔"

"پھر وہی روپیہ ـــــ" نوجوان چڑ سا گیا۔

"روپے کے بل تو میں تمہارے ساتھ لور ہوٹل آگئی تھی ـــ"

"واقعی روپیہ بڑی شے ہے جس نے یہ تمام برائیاں پیدا کی ہیں یقیناً روپیہ شیطان کی ہی ایجاد ہوگی ـــ"

"تم نے مجھے ایڈیشن دینے کے لئے بلوایا تھا ـــ اپنے دوست سے تو تم نے ـــــ"

"وہ میرا دوست نہیں ہے۔ بس یونہی جان پہچان ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں ہے۔ میں کیا ہوں ـــــ میں کیا ہوں خود بھی نہیں جانتا ـــ"

"آپ اپنا علاج کرائیے ـــ اور اس کے بعد عیاشی فرمائیے"

وہ زہر خند کے ساتھ بولی "یہ کیوں خوامخواہ بلاوجہ لڑکیوں کو بلا کر پریشان کرتے ہیں، شاید اس لئے کہ لوگ تمہیں مرد خیال کریں ـــ" وہ جھلاہٹ میں کیا سے کیا کہہ گئی ـــ

"لڑکی ـــ" وہ جیسے چیخا ـــ "تم میری توہین کر رہی ہو"

"سچ بات کہہ رہی ہوں ـــــ ورنہ پھر ایک جوان لڑکی کو

وہ ایک کال گرل تھی۔

سب اسے کال گرل کہتے تھے۔

لیکن وہی لوگ اُسے ایسا کہتے تھے جو جانتے تھے کہ وہ کال گرل ہے، باقی لوگوں کی نظروں میں وہ کال گرل نہیں تھی بلکہ گرلز کالج کی طالبہ ریکھا منچندا تھی۔

ریکھا منچندا جو بہت شرمیلی تھی۔ سادگی پسند تھی۔ سوگھڑ اور ذہین تھی، شرافت کی پتلی تھی۔ اس لئے کہ محلّے کے کسی نوجوان کے ساتھ اُسے آنکھیں لڑاتے نہیں دیکھا گیا تھا، وہ ہمیشہ نظریں نیچی کرکے کالج جاتی تھی اور اپنی پڑھائی میں ہی مصروف رہتی تھی۔

ریکھا منچندا دُہری زندگی گزار رہی تھی۔

ایک زندگی تھی محلہ جھنیں والا میں بنے ہوئے کارپوریشن کے سنگل روم کوارٹر کی، جہاں اس کی ماں دن رات پڑی کھانستی

جاکر اُسے بور کرنے کا مطلب ، کال گرل کیوں لائی جاتی ہے۔ صرف فیس ہی مانگنی ہیں تو اس کے لئے ویسے ہی بہتر ہے ، لگ ہی سکتے ہیں "

نوجوان اُٹھ کر کھڑا ہو گیا

اس نے جھلا کر کوٹ اتار کر مسہری پر اچھال دیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ کسی جلاد کی طرح اس کی جانب بڑھا

اسکے چہرے پر خون کی سرخی تھی۔ آنکھوں میں خوفناک ڈورے ابھر آئے تھے۔ شہوت اور درندگی کی واضح علامتیں اس کے چہرے سے نمایاں ہو گئیں تھیں۔

" تم ایک کال گرل ہو — تمہارا سوچنا ٹھیک ہی ہے " وہ غرایا — پھر اس نے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا پرس نکالا۔ اسکی زپ کھولی اور اس کے پرس کو چھین کر اس میں سارے نوٹ الٹ دیئے۔

" بس — یہ تمہاری فیس ہے — افسوس کہ تم نے اپنی قیمت کم لگائی ہے۔ اسنے پرس ایک طرف ڈال دیا۔

اور دوسرے ہی لمحے وہ کسی گڑیا کی طرح اس کے فولادی بانہوں میں دبی ہوئی تھی۔ اس نے اس کے جسم کا اندازہ غلط لگایا تھا۔ کوٹ پہنے تھا تو عام سا نوجوان معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اب تو اس کو ایسا لگا تھا جیسے وہ لوہے کے شکنجے میں دب گئی تھی۔

وہ نہ تڑپی اور نہ اس نے چھڑانے کی مزاحمت کی۔

وہ تو ہر قسم کے مردوں سے مل چکی تھی۔ پھر اب کیا خاص بات تھی اسنے بیڈ پر لیجا کر اُسے بیچ دیا۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی اس کی

کلف لگی ساڑھی نوچ کر الگ ڈال دی۔ چٹ چٹ کر کے اس نے اس کے بلاؤز کے بٹن کھول دیے، اس کی انگیا نوچ لی۔ دوسرے ہی لمحے وہ بیڈ پر برہنہ لیٹی ہوئی تھی۔

نوجوان نے اس پر اپنا بوجھ ڈالا ہی تھا کہ اس کی چیخ نکل گئی۔۔۔ وہ واقعی بہت وزنی تھا۔۔۔ وہ بڑے بڑے موٹے لوگوں کے ساتھ راتیں گزار چکی تھی۔۔۔ وہ جانتی تھی کہ مرد کے جسم کا سارا زور وہ کس طرح بہ آسانی برداشت کر سکتی ہے۔

اس نے اس کے ننگے جسم کو اپنے لوہے کی طرح سخت اور تپتے ہوئے جسم سے دبوچ لیا۔۔۔ وہ سہم کر چیخی۔ اس کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی پسلیاں ٹوٹی جا رہی ہوں۔۔۔ اس کے جسم کا جوڑ جوڑ الگ ہوا جا رہا ہو۔۔۔

”ہائے مار دی۔۔۔“ وہ چیخی۔۔۔

اور اس کے ان الفاظ کے ساتھ جیسے اس نوجوان کے بدن کو بجلی کا جھٹکا لگا تھا۔ وہ اس کے جسم سے اچھل کر الگ جا پڑا تھا۔ اور دوسرے ہی لمحے وہ اٹھ کر بھاگا تھا اور برابر کے دروازے سے نکل گیا۔

ریکھا کو اس کے پاگل پن میں اب کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس پاگل نوجوان سے بے پناہ ہمدردی کا جذبہ جاگ اٹھا۔ وہ پلنگ سے اتری، پیٹی کوٹ خود بخود اس کے عریاں جسم کو ڈھانپ گیا۔ اس نے انگیا اور بلاؤز پہننے کی ضرورت نہیں سمجھی یا پھر اسے ہوش ہی نہیں آیا۔ یونہی وہ

تیزی سے اس دروازے سے اندر چلی گئی۔

اور اندر جاتے ہی اس کے حواس ذائل ہو گئے۔

یہ ایک کمرہ تھا۔ جسے خوابگاہ کہنا ہی زیادہ مناسب تھا۔

اور اس کمرے میں وہ نوجوان موجود تھا عجیب سی حالت میں

وہ ایک قد آدم تصویر تھی کسی خوب صورت عورت کی۔

اور وہ نوجوان اب اس تصویر کے سامنے جیسے سجدے میں پڑا تھا۔ اور رو رہا تھا۔ بالکل بچوں کی طرح۔

"ماں ـــــ مجھے معاف کر دو ماں ـــــ میں گر گیا تھا گرنے لگا تھا ـــــ میں کبھی نہیں گراماں لیکن اس عورت نے مجھے گرا دینا چاہا تھا۔ لیکن تو نے سہارا دیا ہے ماں ـــــ۔۔۔۔۔"

وہ اس طرح ہچکیاں لے کر رو رہا تھا کہ ریکھا کا دل بھر آیا اس نے اپنی برہنگی کا بھی احساس نہیں کیا تھا ـــــ ایک خیال آیا۔

"تو کہاں پاگلوں میں آ پھنسی۔ اسے مرنے دے اور اپنی راہ لے ـــــ"

لیکن یہ سوچنے کے باوجود وہ اپنے دل میں پیدا ہونے والی ہمدردی کے جذبے کو کچل نہ سکی۔

اس نے آگے بڑھ کر اس نوجوان کی کمر پہ ہاتھ رکھ دیا۔

نوجوان نے چونک کر سر اٹھایا۔

"تم ـــــ؟"

اس نے اس کو کہتے ہوئے مگر ہلتے ہوئے عریاں سینے کی جانب دیکھا ہی نہیں تھا۔

"ہاں ــــ" دیکھا نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔" مجھے معاف کر دو ــــ میں تم سے باتیں کروں گی ــ" دیکھا منہ سے نکل ہی گیا۔

اس نے نوجوان کا ہاتھ تھام لیا اور دوسرے ہاتھ سے وہ اپنی چھاتیوں کو ڈھکنے کی سعی کرتی ہوئی باہری کمرے میں لے آئی۔

"چھی ــــ اتنے طاقتور ہو کر روتے ہو ــ" ؟

اس نے مسکرا کر کہا ــــ باہر آتے ہی اس نے بلاوز پہن کر بٹن لگانے شروع کر دیئے تھے۔

"ہرگز نہیں روتا ــــ میں تو صرف اپنی ماں کے سامنے روتا ہوں ــــ" نوجوان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

وہ اُسے گھورتے ہوئے بولا۔

"تم کو پہچاننے میں اس کا مطلب ہے میں نے غلطی نہیں کی ؟" وہ جیسے خود سے بولا۔

اس نے اب ساڑی لپیٹ لی تھی۔ اور انگیا مروڑ کر پرس میں ڈال لی۔

" اب سناؤ ــــ میں ساری باتیں سنوں گی ــــ" اس نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

" میں تمہیں کئی دن سے دیکھ رہا تھا۔ "

" اچھا ــــ وہ ہنسی ، پھر تو تم ضرور مجھ پر مرتے ہو گے۔ شادی کرو گے نا ــ ؟"

" ہاں شادی بھی کر لوں گا ــــ " نوجوان بولا۔

"ایک کال گرل کے ساتھ ۔ ۔ ؟"

"کیوں کیا ہوا، کال گرل کیا عورت نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں تمہارے پاس وہ سب کچھ ہے جو ایک اچھی عورت میں ہونا چاہیئے ۔" وہ بالکل نارمل ہو چکا تھا۔ "وہ سب کچھ جسے پا کر کوئی بھی مرد ناز کر سکتا ہے ۔۔"

"لیکن آپ نے ناز نہیں کیا۔ آپ گناہ سے ڈرتے ہیں جبکہ آپ گناہ کرنا بھی چاہتے ہیں ۔۔"

"دیکھا ۔۔ میری بات سنو۔ لیکن سب سے پہلے تمہیں اپنے آپ کو رنڈی سمجھنا چھوڑ دینا ہو گا ۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ تم تو خود ہی مجھے طے کر کے فیس ادا کر کے لا چکے ہو اور تمہارے ہی سامنے میں ستی ساوتری کیسے بن سکتی ہوں ۔۔"

"تمہیں یہ سمجھنا ہو گا کہ تم کسی مجبوری کے تحت ایسی بنی ہو اور اور یہ کہ تمہیں کال گرل بنانے والے حالات ہیں، وقت ہے اور حالات اور وقت ہمیشہ انسان پیدا کرتا ہے۔"

"چلئے مان لیا ۔۔" وہ مسکرائی ۔ اُسے قطعی شبہ نہیں تھا کہ وہ نوجوان پاگل ہے ۔ یہ پاگل پن تو تھا ہی کہ اس نے اُسے پا کر بھی کچھ نہیں کیا تھا۔ کون ہو گا جو بیڈ روم تنہائی اور ایک جوان لڑکی پا کر صبر کر سکتا ہے ۔ پھر بھی اُسے اس پاگل پر پیار آ رہا تھا۔

"تو پھر میرے ساتھ تعاون کا وعدہ کیجئے ۔۔"

"آپ مجھے اپنی بیوی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔
"بیوی بھی اور ساتھی بھی۔ میں ایک عظیم اندولن چھیڑنا چاہتا ہوں۔"
"کیسا اندولن ___؟" وہ چونکی، اسے ایسا لگا جیسے وہ خواب میں کسی سے باتیں کر رہی ہو۔
"اس دیس سے کال گرل کا نام و نشان مٹانے کا اندولن ہے"
"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"
"دنیا میں سب کچھ ممکن ہے ___"
"اگر ایسا ہوتا تو ناممکن کا لفظ دنیا کی زبانوں میں نہ ہوتا"
"لیکن میں فیصلہ کر چکا ہوں ___ میں اس شہر سے پہل کروں گا ___ بہت بڑا پلان ہے میرا۔"
"ایک صورت ہے۔"
"کیا ___؟"
"تمہارے پاس کتنا روپیہ ہے؟"
"بہت ہے ___ جتنی ضرورت ہو گی آ جائے گا"
"تو پھر کال گرلز کو تلاش کر کے ان کے ساتھ شادیاں کرتے جاؤ، زیادہ سے زیادہ کتنی بیویاں رکھ سکتے ہو۔ ایک ساتھ؟ وہ ہنسی "اور کیا تم سارے ملک کی کال گرلز کے خاندانوں کے کفیل بن سکتے ہو ___؟"
"کسی کا کوئی کفیل نہیں بنتا۔ لوگ خود بخود اپنے کفیل بنتے ہیں۔ میں ایک راہِ عمل سامنے رکھوں گا۔"

"لیکن ایک بات کا جواب دو — " آخر تم نے مجھے ہی کیوں انتخاب کیا ہے —؟"

"اس لیے کہ میں تم کو کئی دن سے دیکھ رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ تم کیا ہو — میں یہ بھی جانتا تھا کہ تم کبھی کبھی ایسا کرتی ہو۔ اور جانے کیا بات ہے کہ میں نے تمہیں اپنے ساتھ ملا لینا چاہا — بولو تم تیار ہو —؟"

"ہم .... مجھ سے کیا کام لو گے۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو —"

"میں تیار ہوں —" ریکھا نے آگے بڑھ کر اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں — اسے ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ ابتک کوئی عجیب سا خواب دیکھ رہی ہو —

"تم اپنے کپڑے درست کر لو — تمہارے گھر چھوڑ آؤں"

"میں خود ہی چلی جاؤں گی —" ریکھا نے تھرتھراتے ہوئے کہا۔

"مجھے اپنا گھر نہیں دکھاؤ گی —؟"

"پھر دکھا دوں گی —" ریکھا نے پرس کھول ڈالا۔ اور نوٹ نکال کر پھر اس کی طرف بڑھانے لگی۔

"یہ رکھ لو —"

"کیوں — یہ رکھ لو —" آنند کی بہو نیوالی بیوی کو پریشانی نہیں اٹھانی چاہیئے —"

"لیکن کتنی بیویوں کی مدد کرو گے، میرا خیال ہے اس پورے ملک کا بجٹ بھی اس کے لیے کافی نہیں ہے —"

ملکوں کے بجٹ کچھ نہیں کرتے۔ جو کچھ کرتی ہیں انسان کی ہمتیں اور حوصلے کرتے ہیں ــــ۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ہنستا ہوا بولا۔

" اس رمضانی کے بیٹے کی خبر لوں گا ــ چائے لیکر ہی نہیں آیا۔ سمجھ رہا ہوگا صاحب کا آج عیاشی کا موڈ ہے تو کیوں اندر جائے ــــ "

" تم نے ہدایت دے رکھی ہوگی اس کو۔" اس نے چلتے چلتے چوٹ کر دی۔

جواب میں آنند نام کے اس پر اسرار نوجوان نے زور کا قہقہہ لگایا تھا۔

اور باہر آتے ہی ریکھا قدم کہیں رکھتی تھی پڑ کہیں رہے تھے۔ نوجوان نے گیراج میں آکر ایک شاندار کار نکالی۔ ریکھا کو برابر میں بٹھایا اور پھر اس نے کار کو کوٹھی کے کمپاؤنڈ سے باہر نکال دی۔ ریکھا نے جواہر لعل نہرو مارگ کا پتہ بتایا اور نوجوان نے کار اسی راستے پر ڈال دی۔

بس اسٹاپ پر ہی وہ اتر گئی۔ نوجوان نے ضد کی لیکن اس نے اسے سمجھا کر منع کر دیا کہ اس طرح اس کا وہاں جانا درست نہیں ہے۔ وہ خود اس سے مل لے گی۔

نوجوان کسی سعادتمند بچے کی طرح مان گیا ــ وہ اتر گئی۔ حالانکہ اس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ اس سے اترے۔ بہرحال وہ لڑکھڑاتی ہوئی اپنے محلے کی جانب چل پڑی۔

○

بس اسٹاپ سے محلے تک پہنچنے کے لئے کافی دور سڑک کے فٹ پاتھ پر چلنا پڑتا تھا۔

اس نے ابھی پورا فاصلہ طے بھی نہیں کیا تھا کہ اچانک کسی نے اس کا راستہ روک لیا۔۔۔ وہ بری طرح چونکی۔ اس نے کپور کو دیکھا جو اپنے مخصوص سیاہ کوٹ میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"ہیلو مس سیڈنیز۔"

"ہیلو۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی تھی۔

"ہماری مس سیڈنیز نے تو واقعی لانگ روٹ پر چلنا شروع کر دیا ہے۔" اس نے اس کا بازو تھام کر بس اسٹاپ کی جانب چلتے ہوئے کہا۔

"جی۔" وہ تھرتھرا گئی۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔"

"وہ کار والا کون تھا۔۔۔؟" ادھیڑ عمر گھٹتے ہوئے جسم

والے کپور نے ذرا سختی سے پوچھا۔

"وہ میرا ایک دوست ہے کالج کا ——— بس اسی کے ساتھ سینما چلی گئی تھی ——"

"مدن نے سو روپے میں کسی اور سے معاملہ کرایا تھا۔ شاید ——؟"

"ہم ——— مدن ———"

"میری جانی —— اب تم ہم سے بھی اڑنے لگی ہو ——— پولیس کا معاملہ ہم نپٹائیں۔ تمہاری بات پوشیدہ رکھیں تو ہم۔ تمہیں ہر خطرے سے تو ہم بچائیں اور تم ایجنٹ کے بغیر ہی مال لادنے لگیں آفٹر آل میری ٹرانسپورٹ کمپنی کیسے چلے گی ——"

"میں اب یہ کام چھوڑ رہی ہوں ——— آپ کوئی اور انتظام کریجئے ——— ویسے بھی اور لڑکیاں ———"

"ایک ایک کرکے بارہ ہوتے ہیں ——— خیر پچاس روپے نکالو ——"

"کمیشن ———"

"اصولاً ———"

اس نے پرس میں ہاتھ ڈالا ٹٹول کر ایک نوٹ نکال کر کپور کی جانب بڑھا دیا۔

"سب لے جاؤ ———"

"لمبا ہاتھ مارا ہے ——— نوٹ تو مڑا بھی نہیں ہے ——— خیر تم جانو ——— یہ ایک تصویر رکھ لو میری جانب سے ——"

"کیا ——؟"

"ہاں میری جان ——" کپور بابا پرمٹ گڈی کبھی نہیں چلاتا۔

رہتی تھی اور اسے گالیاں دیا کرتی تھی۔ اس کی ایک گالی تھی جو ریکھا نے عملی زندگی میں کبھی ڈھال لی تھی۔
"کھسیانی کھانی۔"

بڑھیا بہت چڑچڑی اور بدمزاج ہو گئی تھی۔ پہلے وہ ایسی نہیں تھی لیکن مہندرا صاحب کے مرنے کے بعد بالکل سٹرن ہو گئی تھی۔ اور بعض اوقات پاگلوں جیسی حرکات کرتی تھی ٹٹی پیشاب کبھی بستر پر ہی کر لیتی تھی اور کبھی وہ گھر کے فرش سے لیکر برتن بھانڈے تک اس طرح مل مل کر دھوتی اور صاف کرتی تھی کہ اسے تکان سے بخار ہو جاتا تھا۔ ظاہر تھا کہ وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہے اور اب اپنے آپے میں نہیں ہے۔ اسی لئے ریکھا کو اس کی کسی گالی، کسی حرکت پر غصہ نہیں آتا تھا۔ بس وہ اس کی حالت دیکھکر رو ضرور لیا کرتی تھی۔

وہ اپنے گھر کی تنہا خود کفیل تھی۔

ایک بھائی چمن لال تھا جو ابھی چودہ پندرہ برس کا تھا اور دسویں میں پڑھ رہا تھا۔ وہ خود بی۔ اے کے آخری سال میں تھی کُل اکیس سال کی عمر تھی۔ دیکھنے میں چھریری سی لگتی تھی مگر خود کو چالیس پینتالیس سال سے کم کی نہیں خیال کرتی تھی۔

تجربہ کار اور ہر طرح کے ماحول سے گزری ہوئی چالاک عورت جو اپنی معصومیت کے پردے میں گن ہوں کی بھیانک کہانیاں چھپائے نظریں جھکائے کالج جاتی تھی، ٹیوشن کرتی تھی۔ گھر میں کپڑے دھوتی تھی، روٹی بناتی تھی اور ماں کی گالیاں سنتی تھی۔

یہ وہ تصویر ہے جس میں تم ایک ایسے آدمی کے ساتھ ہو جس کی پولس کو زبردست تلاش ہے کیوں کہ وہ غیر ملکی جاسوسوں میں سے ہے ارے وہی جو تمہیں انگلینڈ لے جانا چاہتا تھا، تم نے ہی تو بتایا تھا۔ اگر تم نے میری ٹرانسپورٹ کمپنی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور فوٹو کی ایک کاپی پولیس کے حوالے۔ اب تم خود ہی سوچو کہ پولیس تمہارے اس کے تعلقات کے بارے میں تفصیل معلوم کرنے کے لئے کیا کیا طریقے آزمائے گی ۔۔۔"

"کپور صاحب ۔۔"

"مالک نیشنل ٹرانسپورٹ کمپنی ۔۔۔" اس نے کہا اور پھر نوٹ جیب میں رکھ کر بولا۔

"اتوار کے اتوار آنا ضرور پڑے گا۔ پرائیویٹ دھندا کرنا ہے تو شوق سے کرو مجھے اعتراض نہیں ہے۔ لیکن ہاں اپنی ریگولر ڈیوٹی میں کمی نہیں آنی چاہیئے۔"

اتنا کہہ کر وہ بس اسٹاپ کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے قدم خود بخود گھر کی طرف گھوم گئے۔ اس کے دماغ میں ہلچل مچ رہی تھی۔ اسے سنبھلنے کے مواقع حاصل ہو رہے تھے لیکن کپور ۔۔۔ کپور کی ٹرانسپورٹ ۔۔۔ غیر ملکی جاسوس کے ساتھ اس کا فوٹو۔

"تو کیا اب وہ اسے بلیک میل کرے گا۔" ؟

اور آنند ۔۔۔"

وہ کیا چیز ہے ۔۔۔ الجھنیں ہی الجھنیں ۔۔۔ جمن اس کا بھائی ٹیوشن لینے گیا تھا ۔۔۔ ماں غائب تھی۔ یقیناً پڑوس میں کہیں

گئی ہو گی۔
گھر کھلا ہوا تھا ۔۔۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ چارپائی
پہ گر کر سسکنے لگی۔

اس نے اس فوٹو کو کئی کئی بار دیکھا تھا۔
وہ اس کو پہچانتی نہیں تھی۔ لیکن کپور کی اس بات کا اُسے
یقین تھا کہ وہ جو کہتا ہے غلط نہیں کہتا ۔۔۔ اس کا ساتھ لیتے
ہوئے تو اس نے یہاں تک اس سے کہہ دیا تھا کہ اگر اس نے کسی کے
ساتھ شادی کر بھی لی تو بھی اُسے اس بات سے انکار نہ ہوگا کہ
کبھی کبھی اس کو بلا لیا کرے ۔۔۔ پھر اب وہ کیسے اس سونے کا
انڈا دینے والی مرغی سے دست بردار ہو سکتا تھا۔ اور آئندہ۔
وہ اس کے بارے میں اب تک نہ نہیں سوچ سکی تھی کہ وہ کیا چیز ہے۔
ابھی تک اس نے اُسے ایک کریک سے زیادہ کوئی درجہ نہیں
دیا تھا۔ لیکن اس کا دیا ہوا بارہ سو روپیہ اسے کریک نہیں بتاتا
تھا ۔۔۔ اس نے اسے اپنی ہونے والی بیوی بتایا تھا۔

"آخر کیوں — ؟

اس کے اندر ایسی کون سی بات ہے جو — ایک نظر میں ہی — ؟

وہ عجیب الجھنوں سے دوچار ہو گئی تھی۔

وہ خود کو کسی سنسنی خیز کہانی کا کردار سمجھنے لگی تھی۔ بارہ سو روپیہ اتنی بڑی رقم — یہی سوچ کر اس کا دل دہلنے لگا تھا — وہ یہ مکان ہی تبدیل کر دیگی۔ کسی کو نہیں بتائے گی کہ وہ کہاں گئی۔ لیکن پولیس — ، کپولے کے کہنے کے مطابق پولیس اسے تلاش ضرور کریگی۔ ا

وہ چونکی نہیں۔

ماں باہر تھی — ، شام کو ٹھنڈ ہو گئی تھی۔ اور ٹھنڈ میں اسکا دماغ عام طور سے صحیح رہتا تھا۔ اس نے کنڈی لگنے کی آواز سنی۔

"کون — ؟

جواب میں اُسے ایک کریہہ آواز سننے کی توقع تھی۔

"گھسا کھانی — "

لیکن جواب خود کمرے میں آگیا۔

یہ جگو تھا جگدلیش جس کو اس نے کل جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔

"تم — ؟

"ہاں میں — "

"اُف — تم یہاں کیوں آئے — میں تمہیں کالج کے گیٹ پر ملنے کا وعدہ کر چکی تھی۔ یہاں تو تم مجھے بدنام کر دو گے — "

"اب کالج کے گیٹ پر ملنے کی ضرورت نہیں رہی — " جگو جیسے کھلنڈرے لڑکے کا لہجہ خشک تھا۔

"کیا بکتے ہو ــــ نہیں ملتا تو مت لو جاؤ یہاں کیا لینے آئے ہو۔ ماں آنے والی ہے، چمن بھی آئے گا ــــ بھاگ جاؤ ــــ"

"چمن ایک گھنٹہ بعد آئے گا ــــ بڑھیا ابھری چودھری کے گھر بیٹھی ہے ــــ"

"تمہارا مطلب ــ ؟"

"وہ کون تھا جو تمہیں شاندار کار میں چھوڑنے آیا تھا۔"

"میرا دوست تھا۔ ارے واہ تم تو ایک ہی دن میں اپنا حق جتلانے لگے ــــ" وہ ہنس دی ۔

"اور وہ بھی دوست ہوگا جسے تم نے راستے میں پیسے دیئے تھے ۔؟"

"تو آپ میری ٹوہ میں ہیں ــــ" وہ پھر ہنس دی ۔

"میں شام سے تمہارا انتظار کر رہا تھا، جی نہیں مان رہا تھا۔ جی اس حالت میں اور بے قابو ہو گیا ہے کہ تم ویسی نہیں ہو جیسی میں سمجھتا تھا ــــ پر ویسی ضرور ہو جیسا میں نے نہاتے وقت دیکھا تھا۔"

"گٹ آؤٹ ــــ میں شور مچا دوں گی۔"

"مچا دو ــــ میں بھی بتا دوں گا کہ تم نے ہی مجھے بلایا تھا کہ میں کالے کوٹ والے اور کاروالے کے بارے میں کسی سے کچھ نہ کہوں ــ"

"تم چاہتے کیا ہو ــــ ؟" وہ رو سی دی۔

"وہی ــــ"

"وہی کیا ــــ ؟"

"وہی جو میں نے دیکھا تھا ــــ ؟"

جی میں آیا کہ دھکے مار کر نکال دے یا پھر جوتی لیکر اس لونڈے

پر شروع ہو جائے۔ لیکن وہ معصوم سا شہر میں لونڈا اس کو آگے بڑھ کر دبوچ چکا تھا۔

"بہت دنوں سے مر رہا ہوں پیاری دیکھا۔ اس نے اس کے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔"

انتہائی غصے کے باوجود بھی وہ چیخ نہیں سکی۔

وہ باؤلے کتے کی طرح اس سے لپٹا ہوا تھا۔ ساڑھی اور دبیز کپڑوں کے باوجود اس نے اسے دلبوچ رکھا تھا اور پوری درشتناکی کے ساتھ اس کے ساتھ وہ رشتہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا جو کوئی بھی مرد کسی بھی عورت سے قائم کرتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جگو اس میدان کا اناڑی کھلاڑی تھا اور بہت جلد فیلڈ سے آؤٹ ہو گیا۔

"بس اب دفع ہو جاؤ ـــــ تمہاری غرض پوری ہو گئی۔؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولی ـــ وہ سسکاریاں لیتا ہوا اپنے کپڑے درست کرتے بولا۔

"اب میں نہیں پوچھوں گا کہ وہ گاڑی والا کون تھا۔"

"لیکن تم زبان بند رکھو گے ـــــ وہ بدستور ہانپتے ہوئے بولی۔

"جلدی سے چلے جاؤ۔"

اور جگو واقعی باہر نکل گیا تھا۔

اسے خود ڈاکٹر تک جانا تھا۔ ویسے اس کا جی چاہا تھا کہ یونہی پڑی رہے۔ نل کے نیچے ہاتھ پاؤں دھوتے وقت اس نے ان الجھنوں کا خاتمہ بھی یہی سوچا تھا کہ وہ آئندہ سے ان کا تذکرہ کرے گی۔

آنند کا خیال آتے ہی اس کے دل کا بوجھ کافی ہلکا ہو گیا تھا۔
آنند اس کی زندگی پر ایک سوالیہ نشان بن کر چھا گیا تھا۔
اس رات وہ جاگتی رہی اور جاگتے میں بھی عجیب عجیب
سے خواب دیکھتی رہی ۔۔۔

دوسرے دن وہ کالج جانے کے بہانے سے نکلی اور کتابیں اٹھائے
سیدھی بس اسٹاپ کی طرف روانہ ہو گئی ۔ اسے خوشی تھی کہ وہ بھائی
کو امتحان کی فیس کے علاوہ سو روپے اور دے آئی تھی کہ وہ اپنے
لئے پسند کا کپڑا خرید لائے۔ باقی روپے اس نے بڑے اطمینان سے
ٹرنک میں محفوظ کر دیے تھے ۔۔۔ اور اب وہ آنند کے پاس جا رہی تھی۔
آنند جس نے اسے ایک انوکھے خواب سے آشنا کر دیا تھا۔
اس نے ماں کی تصویر کے آگے روتے ہوئے آنند کو دیکھا تھا۔
اُس کو شہرت کے بے پناہ طوفان کے درمیان چھوڑ کر وہ
بھاگا تھا ۔ جبکہ اسی جیسے مرد اگر اس مرحلے پر آ جائیں تو دنیا
کی کوئی طاقت ان کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی ۔ آنند نے
اسے چھوڑ دیا تھا۔

اس نے یہ سب کچھ دیکھ کر جان لیا تھا کہ کسی بے پناہ جذبہ
محبت ہی اس نے اسے اپنانے کا وعدہ کیا ہے ۔۔۔ تو کیا زندگی
زندگی نہیں [illegible] ہو سکے۔
دیکھا [illegible] نہ سمجھ سکی
وہ تو زندگی کو فاقوں اور افلاس کے ترانے گاتی آئی تھی۔
[illegible] مصیبتوں کا سامنا کرنے کے لئے اپنے جسم کی ایک ضرورت
کو [illegible] گڑھیوں کے دام میں فروخت کرتی آئی تھی۔
کوئی بھی اسے پیار اور [illegible] نظر نہیں آئی تھی۔ لوگ پیسے
دیتے تھے وہ بال دیتی تھی ۔۔۔ لوگ پیسے کے بدلے مال کو اچھی
طرح ٹھونک بجا کر لیتے تھے۔
پر آنند تو بالکل فلموں کا جیسا انسان ملا تھا۔
اسے آنند کی وجہ سے جگو جیسے ہوس کے بندے اور کپور
جیسے خطرناک انسان کا بھی ڈر نہیں رہ گیا تھا۔ اس نے وہ نوٹ
جلا دیا تھا۔ اسے پولیس کا بھی کوئی ڈر نہیں سکتا اور نہ جگو کا ڈر تھا۔
جگو جب اس نے چند گھنٹوں پہلے محبت کا دم بھرا تھا۔ اور اس کی
ایک گڑیا کی دیکھ ریکھ اپنی اوقات پر اتر آیا تھا۔ وہ تو یہ جان
گئی تھی کہ وہ اسے کوئی پارسا لڑکی سمجھ کر ٹھہرا رہا تھا جبکہ اس کا
مقصد جنسی تعلقات قائم کرنے کے لئے راستہ ہموار کرنا تھا۔
اسے اتنا کام بس ذرا محنت کرنی پڑتی جبکہ اس کے خیال میں
کپور اور آنند کے ساتھ دیکھ لینے بات نہ کر اس نے خود آ
معاملہ پکا کر لیا تھا اور بات وہ اس کا وہ فہیم حاصل کر گیا تھا۔

تھی چھت سے پر منہ دیکھ کر وہ اس پر مر مٹا تھا۔ شاید وہ تتلیوں پر
پتنگ ہی اسی لیے اڑاتا تھا کہ گوار گردن میں تنگی پہناتی ہوئی
طور تو ان کے دیدار کر سکے اپنی جنسی بیداری کی تسکین کر سکے۔
اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب تھا۔ اور
اس حد تک آرٹسٹ تھا کہ اپنا مقصد جلد از جلد حاصل کرے۔
اسے نفرت ہو گئی۔

آنندی کو کوٹھی تک پہنچنے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔
ایک بوڑھا نوکر دروازے ہی پر تھا۔ وہ کوئی مسلمان معلوم
ہوتا تھا ۔۔۔ دیکھا اس نے اس کو دیکھا ۔۔ وہ اسے گھور رہا تھا۔

" صاحب ہیں ۔۔۔؟ "

" نہیں ۔۔۔ " اندر چلیے ۔۔ اس نے خشک لہجے میں کہا۔
جیسے وہ اسے پسند نہ کرتا ہو ۔۔۔

وہ اندر کی طرف چلنے کو تیار ہوئی تھی کہ بوڑھے نے اسے روکا
" ٹھہرو بیٹا ۔۔۔ " اس بار اس کا لہجہ نرم تھا۔
" کیا بات ہے ۔۔۔؟ " اس نے دیکھا اور تنک کر کہا۔ اسے یہ بات
ناگوار لگا تھا اس کا انداز۔

" سنو ۔۔۔ " وہ اس کے قریب آ گیا

" کیا ۔۔۔؟ "

" صاحب بہت بے ہودہ آدمی ہے، تم اس سے نہ ملو خدا رسول
کے لیے اسے چھوڑ دو ۔۔۔ تمہارا تو دھندا ہی ہے بہت،
مل جائیں گے ۔۔۔ "

"کیا بکتے ہو بڑے میاں ـــ" وہ غرائی ـ "اپنی اوقات
میں رہو ـــ"

"ہاں بیٹی ـــ اب اوقات تو تم ہی لوگوں کی ہے ـــ ہم
ہم گریبن کی کہاں ـــ اپنا دام کھوٹا تو پرکھن والے کا کیا
دوش ـــ پردہ رکھتے نہیں آلیے ـــ"

"ایڈیٹ ـــ" ربیکا غرائی اور اندر جانے لگی ـ

تبھی بوڑھا رمضانی ایک دم انگریزی میں بولا ـ ربیکا چونک
کر اس کی جانب دیکھنے لگی اس نے برطانیہ کے نامیوں کے لہجے
میں کہا تھا ـ

"او سلی گرل! اگر میرا باس برباد ہوا تو یہ بوڑھا ہی تجھے
ختم کر دیگا ـــ"

وہ سناٹے میں آگئی ـ

"تم ـــ تم ـــ اچھا ٹھیک بابا میں اسے تباہ نہیں کروں گی ـ"

"تھینک یو ـــ" وہ پلٹتا ہوا بولا ـ

"تم اتنی اچھی انگریزی بول سکتے ہو ـــ؟" ربیکا کو حیرت ہوئی ـ

"میں پرانا نوکر ہوں صاحب کا ـــ لندن سے ساتھ ہی
ہوں ـــ ان کے بچپن سے ـــ"

"اوہ ـــ"

وہ سر جھٹک کر اندر چلی آئی ـ

اسے اندرونی کمرے میں آنند مطالعہ کرتا ہوا ملا ـ

اس کے قدموں کی آہٹ سن کر وہ چونکا تھا ـ

"اوہ — تم —"

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ پہلے سے بہت زیادہ حسین نظر آرہا تھا لیکن معصومیت کے بجائے اس کے چہرے پر دانشوروں جیسا جلال تھا۔

"بیٹھو —"

وہ اس کے سامنے ہی بیٹھ گئی —

"میں تمہیں کچھ پریشان دیکھ رہا ہوں ریکھا —"

"نن.... نہیں تو —" وہ چونک کر بولی اس کو محسوس ہوا جیسے اس غیر معمولی طور پر پراسرار انسان سے آنکھیں نہیں ملا پائے گی

"اور ایسے میں تمہارے حسن میں اضافہ ہو گیا ہے۔ واقعی تم قدرت کا شاہکار ہو۔ وہ ہیرا جو اب تک جوہری کی نگاہ سے محروم رہا تھا۔

"آنند جی —"

"وہاں ملے جی —"

"آنند —"

"گڈ —" وہ مسکرایا — اپنوں سے فارملٹی نہیں برتنی چاہیئے —

"تم کیا ہو آنند —"

"ایک معمولی انسان جسے قدرت نے بے پناہ دولت سے نوازا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اس

"کھسی کہانی"
اور دوسری زندگی تھی کناٹ پیلیس کی۔
جہاں شاندار ریستوران اور کافی ہاؤس تھے، ہائی کلاس مارکیٹ تھا۔ اور ہائی کلاس لوگ وہاں شام گزارتے تھے۔
جہاں اگر نوٹ جیب میں ہوں انسان ہر دنیاوی جنت کا لطف خرید سکتا تھا۔ وہ بھی ایک دنیاوی جنت تھی جو خود کو فروخت کر دینے کے لئے جاتی تھی۔ عورت کا جوان اور خوبصورت جسم بھی جنت سے کم نہیں ہوتا۔
زرق برق لباس میں ملبوس دلال اس کا سودا کروا دیتے تھے اور وہ اپنے جسم اور روح کو نوٹ والے ایک گراہک کے ہاتھ فروخت کر کے چند نوٹ مل جاتے تھے جن سے وہ بھائی کی تعلیم، اپنی تعلیم اور گھر کے اخراجات چلاتی تھی۔ اس طرح وہ اپنی زندگی گزار رہی تھی۔ لیکن ساتھ ہی ان خوابوں کی تکمیل کے لئے جدوجہد بھی جو زندگی میں سکون، پاکیزگی اور طمانیت لاتے ہیں۔
وہ کال گرل ہو کر بھی زندگی کے سہانے سپنے دیکھا کرتی تھی۔
وہ چاہتی تھی۔
اس کا بھائی پڑھ کر بڑا آدمی بن جائے۔ اسے کوئی اچھی سی نوکری مل جائے، اور وہ اپنی زندگی کا کنارا پالے۔ ابھی تو وہ منجدھار میں ہی بھٹک رہی تھی۔
اس نے اپنے آپ کو رنڈی یا طوائف نہیں بننے دیا تھا۔ اور نہ ہی رنڈیوں یا پیشہ ور لڑکیوں کی طرح اس کی عادات تھیں۔

نے دل اور دماغ کو زندہ رکھا ہے جب کہ دولت آتے ہی انہیں ختم ہو جانا چاہیے تا کہ دولت پانے والا اُس سے فیض حاصل کر سکے۔ لیکن میں شاید چاہ کر بھی ایسا نہ کر سکوں۔ اسی لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سے شادی کر لوں۔ یقین جانو میں ایک اچھا شوہر ثابت ہوں گا۔"

وہ ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے ایک لٹ جو ڈھلک آئی تھی سہلاتے ہوئے بولا۔

"بس یہی بات تمہیں بے حد پر اسرار بناتی ہے آنند۔"

"کیا؟" وہ حیرت سے بولا۔

"یہی کہ تمہارے پاس بھگوان نے اتنی دولت دے رکھی ہے سندر بھی ہو اور پہلوان بھی۔ ایسی صورت میں تو تمہیں اچھی سے اچھی لڑکیاں مل سکتی ہیں۔ پھر ایک معمولی کرائے پر حاصل ہونے والی گل میں تمہیں کیا نظر آیا ہے۔؟"

"مجھے تم جیسی ہی لڑکی سے شادی کرنی تھی۔ تا کہ دنیا کو وہ ایک اچھی بیوی اور اچھی گھر کی مالکہ بن کر دنیا کو دکھا دے کہ دیکھو جسے سماج ٹھکراتا ہے اُسے اگر گلے لگا لیا جائے تو وہ عورت بھی مقدس ہو سکتی ہے۔ اس لوہے کے زنگ آلود ٹکڑے کو محبت کی آنچ دیدی جائے تو یہ کندن کی طرح چمک بھی سکتا ہے۔"

"تم فطرت انسانی سے الگ کی بات کر رہے ہو۔"

ریکھا مسکرا کر بولی۔

"مردوں کی سائیکالوجی یہ نہیں کہتی۔ وہ تو اس تصور سے

کبھی وحشت محسوس کرتے ہیں کہ ان کی بیوی کسی اور کے پہلو میں رہ چکی ہے۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ لوگ بیواؤں اور مطلقہ عورتوں سے شادیاں کر لیتے ہیں لیکن ان کی شادی کامیاب شادی نہیں کہی جا سکتی کیونکہ ......"

"میں اس وقت بحث نہیں کروں گا۔ میرا مطمح نظر تم پر واضح ہو ہی جائے گا۔ اطلاعاً عرض ہے کہ میں نفسیات میں پی ایچ ڈی ہوں میں نے کبھی بشرے سے باطن کا اندازہ لگانے میں غلطی نہیں کی اسی لئے مکمل اسٹڈی کے بعد تم پہ بھروسہ کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ بھروسہ کا لفظ تم بخوبی جانتی ہو۔ آگے یہ کہ میں اپنا پروگرام شروع کرنا چاہتا ہوں۔ اور اسی پروگرام میں تم میرا ہاتھ بٹاؤ گی۔"

"پروگرام کیا ہے۔؟"

"بتاتا ہوں۔ پہلے ناشتہ ——— میں نے اب تک تمہاری وجہ سے ناشتہ نہیں کیا ہے ———؟" وہ مسکرایا۔

"گویا تمہیں علم تھا کہ میں آنے والی ہوں۔"

"پورا علم تھا ——— جبکہ کوئی وقت ملاقات کے لئے مقرر نہیں ہوا تھا۔" وہ مسکرایا ——— "یہ دل کی بات ہے میں اب تک دل کی سائیکالوجی نہیں سمجھ پا رہا ہوں ——— فرصت ملی تو ——— اس نے بات ادھوری چھوڑ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

"تمہارا نوکر عجیب ہے ——— انگریزی بڑی دھڑا کے سے بولتا ہے ——— مجھ سے وعدہ لے لیا ہے کہ میں تمہیں تباہ نہیں کروں گی۔"

"اوہ ڈونٹ ۔۔۔۔" وہ ہنسنے لگا۔ اس کی ہنسی ریکھا کو
بہت پیاری لگی۔

"وہ بچے اب تک دودھ پیتا بچہ سمجھتا ہے۔"

"تمہیں سمجھتا ہے ۔۔۔۔" ریکھا نے شرارت سے کہا۔ اور
وہ پھر مسکرا دیا ۔۔ اس نے ایک حرکت اور کی۔ اس کے بال پکڑ
کر اس طرح کھینچے کہ وہ اٹھ کر اس کی آغوش میں آ گری۔ گرتے ہی
اس نے بے اختیار اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ آنند نے اس
کے ماتھے پر اپنے ہونٹ لگا دیے ۔۔۔ ریکھا نے اپنے ہونٹ اس کے
ہونٹوں تک لے جانے چاہے۔۔ تبھی بند دروازے سے آواز گونجی۔

"آئی کم اِن سر ۔۔۔۔؟"

"یس ۔۔۔۔ کم اِن ۔۔۔" لاپرواہی سے نوجوان آنند نے کہا۔
اور ریکھا الگ ہٹ کر بیٹھ گئی ۔۔۔ اس کا جی چاہتا کہ زور سے
کہہ دے۔

"واپس چلے جاؤ۔ اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔" اور پھر
آنند کی آغوش میں سما جائے۔ اس کے اندر پاکیزگی کے دبیز لبادے
کے نیچے جو کھیلی کھائی ہوئی عورت چھپی ہوئی تھی وہ اس کے بے پناہ
طاقتور جسم سے سیراب ہونے کے لیے تڑپ اٹھی تھی۔

رمضانی اندر ٹرے اٹھائے ہوئے آیا۔

اور میز ٹیبل پر رکھ کر سر جھکائے واپس چلا گیا۔

اور پھر وہ دونوں اس طرح ہنس ہنس کے ساتھ باتیں کرتے
ہوئے ناشتہ کرتے رہے جیسے برسوں پرانی جان پہچان ہو۔

"تمہارے اور رشتہ دار نہیں ہیں آنند — ؟" ۔ نجمانہ نے پوچھا۔
"رشتہ دار — !" آنند نے ایک گہرا پر اسرار سانس
چھوڑتے ہوئے کہا۔
"یہ سارا ملک میرا رشتہ دار ہے۔"
"تم بھی فلاسفی میں کھو گئے —"
"نہیں دیکھا — میں حقیقت کہہ رہا ہوں۔ میں اسی ملک کا
خون ہوں۔ یہیں کی مٹی نے مجھے جنم دیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ
میں بچپن سے اب تک لندن میں رہا ہوں۔ امریکہ کے بعد میں نے
کچھ عرصہ دوسرے ملکوں میں گزارا ہے۔ اب یہاں اپنے وطن
میں آباد ہو گیا ہوں۔
"اور کام — میرا مطلب ہے سورس آف انکم — ؟"
"جائیداد —"
"موروثی — ؟"
"نہیں — خود پیدا کردہ — چھوڑو ان باتوں کو۔"
"تم بتانا نہیں چاہتے تو نہ سہی — خیر پلان تو بتا دو کیا ہے"
"لمبا پلان ہے — فی الحال میں جس طرح بتاؤں اسی طرح
عمل کرو —"
"لیکن سوال یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں گی کیسے —
لوگ کیا کہیں گے — ؟"
"لوگوں سے کیا مراد ہے تمہاری — ؟"
"مطلب یہ کہ دنیا تھوڑا ہی مجھے جانتی ہے کہ میں نا گ

بچانے کے لئے میں دھندا کرتی رہی ہوں ۔۔۔"

"میری بیوی بن کر ۔۔۔ ہم شادی کریں گے۔ کیا خیال ہے ابھی مندر چلے چلیں ۔۔۔ یا پختہ طور پر کورٹ میں میرج رہیں ۔۔۔"

"جیسا تمہاری جی چاہے ۔۔۔" اس نے اس کے زانوں میں سر رکھدیا۔

اس نے جھک کر پھر اس کی پیشانی چوم لی۔

"مندر والے پروگرام میں جھٹ پٹ ہو جائیگا۔ کورٹ میں دیر لگے گی، ویسے ایک بات بتا دوں، میں دنیا کے ہر دھرم کی اچھی بات کو مانتا ہوں اور کسی دھرم کو نہیں مانتا۔"

"بھگوان کے وجود کو مانتے ہو؟۔۔۔"

"مانتا ہوں ۔۔۔ مگر اس طرح نہیں کہ وہ کہیں جمنا کے کنارے پیلی دھوتی باندھے مکٹ لگائے گائیں چرا رہا ہوگا۔ یا پھر لمبا چوغہ پہنے کسی مسجد میں بیٹھا ہوگا یا سولی پر ٹنگا ہوا اپنے بندوں کے کرتوت ملاحظہ کر رہا ہوگا۔ میں بھگوان کو ایک ٹھوس حقیقت کے روپ میں تسلیم کرتا ہوں جو ہر جگہ موجود ہے اور کہیں پہ نہیں ہے۔ ہم اُسے کسی خاص پیکر میں نہیں بلکہ فطرت کے ظہور کے کرشموں کے روپ میں دیکھ سکتے ہیں ۔۔۔"

"تم تو بدھ کے انداز میں سوچنے لگے ہو ۔"

"وہ عظیم ترین روحانی پیشوا تھا جس کا پیغام کسی مذہب

اور آئین کا پابند نہیں ہو سکتا۔ اس نے کل انسانیت کو اپنے حلقے میں لے لیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے تم ماؤ سی تنگ کے خیالوں سے کبھی متفق ہو گے۔"

"سوائے اس بات کے کہ چین نے ہماری سرحدوں کے معاملے میں زیادتی کی ہے دوسرے ممالک کی امداد کے بند ہو جانے کے خطرے کے تحت چاہے حکومت ماؤ کے نظریات کو گولی مار دے لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ مارکس کا سچا جانشین ہے اور یہ کہ اس نے مارکس کی تعلیم بزورِ طاقت دنیا تک پہنچانے میں جانشین ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔"

"آپ تو کچھ کمیونسٹ لگتے ہیں۔"

"نہیں میں انسان ہوں۔ میں کمیونزم کا عکس بننا چاہتا ہوں۔ مثال کے طور پر میں اس لیے سرمایہ دار بھی بننا چاہتا ہوں۔ اور اپنی ذہانت کے بل بوتے پر وہ سب کچھ اکٹھا کرنا چاہتا ہوں جس کی کمیونسٹ سماج میں گنجائش نہیں ہے۔ کمیونسٹ بنیادی حقوق کی بات کرتے ہیں لیکن وہ اس بنیادی حق کی پہلے ہی مار کر ہار دیتے ہیں کہ ایک انسان اپنی زندگی میں جو کچھ پانے کی تمنا کرتا ہے لیکن وہ اسے حاصل نہیں ہونے دیتے۔"

"آپ کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔"

"حالانکہ میں ایک عام انسان ہوں۔"

"اب بابا ان بتائیے۔"

"پہلے ہم مندر چلے چلتے ہیں — یا پھر یہیں پنڈت بلوا لیں۔"
"جیسی رائے ہو — میں نے اب جیون اپنا تمہارے حوالے کر دی ہے، چاہے منجدھار میں ڈبا دینا اور چاہے کنارے سے لگا دینا۔"
"پھر ٹھیک ہے —"
"رمضانی چاچا —" وہ وہیں سے زور سے چیخا۔
دیکھا اسے دیکھنے لگی —
دروازہ کھلا اور رمضانی لپکتا ہوا اندر داخل ہوا۔
"جی چاچا —"
"یس باس —" رمضانی انگریزوں کے خانساماں کے لہجے میں بولا۔
"نو باس —" وہ مسکرایا — "دیکھو جا کر چوراہے کے مندر میں کوئی پنڈت ہو گا — ہم ارجنٹلی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ شادی کے بعد تو ہم پہ زنا کا گناہ عائد نہ ہو گا جس کے لئے تم کہتے تھے کہ اسلام میں مجرم کو سنگسار کر دینے کا حکم ہے۔"
رمضانی سر جھکا کر مسکرایا۔
"یہ آپ کی بڑائی ہے جو اتنا خیال کرتے ہیں۔ آج کل کہاں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ان باتوں کے بارے میں سوچیں —"
"بس جاؤ پنڈت لے آؤ —"
"پنڈت تو شادی کی ساعت دیکھے گا — پہلے —"
"تم بلوا لاؤ — میں اسے بتا دوں گا کہ یہ ساعت منحوس نہیں ہو سکتی جس میں دو دلوں کے کنول کھلنے والے ہوں —"
"آل رائٹ —"

رمضانی چلا گیا۔

ریکھا کا دل ڈرنے سا لگا۔

اُسے یہ آہستہ اور زیادہ خطرناک معلوم ہونے لگا۔

وہ شادی بیاہ کیا گڑیا گڈے کا کھیل سمجھتا تھا یا پھر اُسے ایسی شادیاں کرنے کی عادت تھی۔

"چاہو ریکھا تمہاری زندگی کی سب سے بڑی آرزو پوری کر دوں۔

"ہوں ——"

"تمہیں اپنے ہاتھوں سے دلہن بناؤں — سچ کہتا یہ تمہاری سب سے بڑی آرزو نہیں ہے — تم فوراً اس شادی کو ڈیکلیر کر دینا تم عاقل و بالغ ہو تمہیں اس کا حق ہے۔ میرا خیال ہے تم جیسی لڑکیوں کا کوئی سماج نہیں ہوتا۔"

"تم سچ کہتے ہو — اس نے مزید سوچنا بند کرتے ہوئے کہا۔ اس کو ایسا لگا تھا کہ اگر اس نے ان حالات کے بارے میں کچھ زیادہ سوچا تو پاگل ہو جائے گی۔ یا پھر اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔۔ ریزہ ریزہ ہو جائے گا —— وہ کیسے ڈرامائی حالات سے گزر رہی تھی —— ذہن سے کپور۔ جگو۔ گھر ماں بھائی فرڈ بلیک میلنگ سب نکل چکے تھے۔

اُسے ہوش ہی کب تھا۔

اسے تو اس وقت بھی ہوش نہیں تھا جب اس نے ایک بیش قیمت بھاری جوڑا اُسے پہنایا تھا۔ اس نے اسے ننگا کر کے اپنے ہاتھوں سے وہ جوڑا پہنایا تھا اور پہناتے وقت کہا تھا۔

"یہ میری ماں کی یادگار ہے۔ وہ مرگئیں، ورنہ اپنی بہو کو اپنے ہاتھوں سے پہناتیں ——" پھر اسے پتہ نہیں چلا کہ وہ اس کا کسی ماہر مشاطہ کی طرح سنگھار کرتا رہا تھا۔ اور یہ بھی اسے ہوش نہیں آیا تھا کہ کب پنڈت آیا اور کب بڑے کمرے کے فرش پر آگ جلائی گئی اور کب رسفانی نے ایک مسلمان نے کنیادان کی رقم ادا کی اور کب وہ ساتواں پھیرا کر کے آنند کے قدموں میں گر گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ اسے تو اس وقت ہوش آیا تھا جب وہ اس کو لیکر اپنی ماں کی تصویر کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

"ماں —— دیکھ رہی ہو نا —— میں نے پاپ کے راستے سے نہیں، پُنیہ کے راستے سے اس لڑکی کو اپنی بیوی بنالیا ہے۔ یہ میرے کام میں بہت معاون ثابت ہو گی —— اب تم دیکھو گی کہ میں نے اس دیش سے برائی کا نام و نشان بھی مٹا دیا ہے۔ میں نے سب سے پہلا قدم خود اٹھایا ہے۔ پہلا قدم —— ماں! یہ ریکھا بہت اچھی لڑکی ہے —— اس کے بارے میں پوری چھان بین کرنے کے بعد میں نے اس سے شادی کی ہے۔ پڑھی لکھی ہے۔ میری بہترین معاون ثابت ہو گی —— آشیرواد دو ماں۔" اور پھر آنند جھک گیا تھا۔

اس نے بھی سر جھکا دیا تھا۔

تصویر ایک خوب صورت عورت کی تھی۔ وہ تصویر میں مسکرا رہی تھی —— اس کی مسکراہٹ، دیکھ کر ہی اسے ہوش آیا تھا کہ وہ

خواب نہیں دیکھ رہی ہے ایک ایسی حقیقت سے دوچار ہے جس نے اس کی زندگی کا دھارا پلٹ دیا ہے ۔۔۔ آج کے بعد اُسے چند پیسوں کے لئے کسی کے آگے نہیں لیٹنا ہوگا ۔

آج کے بعد اُسے کیوری معرفت اپنے جسم اور اپنی روح کا سودا کرنے سے نجات مل گئی ہے ۔

اور آج ۔۔۔ آج جو مرد اس کی زندگی میں آئے گا وہ جائز راستے سے آئے گا ۔ اس کو بچے کو ضائع کرنے کی ضرورت نہ ہوگی وہ اس کے رحم میں محفوظ رہے گا اور اس کی زندگی میں ممتا کے پھول کھل اٹھیں گے

وہ جیسے کسی نشے میں ڈوبنے لگی ۔۔۔

⁂

وہ بڑی خاموشی سے دلال روشن بابو کی بات پر رضامندی ظاہر کرتی تھی، گراہک سے کبھی بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرتی تھی اس کو خرچ کیے پورے پیسے کا صحیح معاوضہ دیکر وہ فوراً گھر چلی آتی تھی۔ اور بس۔۔

وہ عام طور سے اتوار کو اس کام کے لئے نکلتی تھی۔ بس ایک گراہک پہ صبر کر لیتی تھی، چالیس پچاس روپے اُسے مل جاتے تھے حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اس کے لئے کم سے کم دو سو روپے روشن بابو چارج کرتے تھے۔ لیکن ان کی ہی تو جگہ تھی۔ پھر وہ ایجنٹ بھی رکھتے تھے۔ ایجنٹ پولیس سے رابطہ رکھتے تھے کیونکہ پولیس کی مرضی کے بغیر ایسے کاروبار پنپ نہیں سکتے۔ وہ اگر چاہتی تو ڈائرکٹ معاملے کرنے لگتی اور زیادہ پیسہ کماتی۔ ان لڑکیوں کے ساتھ مل جاتی جو چوراہے کے آس پاس ٹہلتی رہتی ہیں، اور اگر جیسے ہی کوئی کار زوردار بریک کے ساتھ رکتی ہے وہ اس کا دروازہ کھول کر گھس جاتی ہیں، اس بریک لگانے کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ کسی شاندار ہوٹل میں تفریح کرنے کے لئے گراہک کو ایک لڑکی چاہیے۔

لیکن وہ بدنام نہیں ہونا چاہتی تھی۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ دنیا اس کو سمجھ کر جان پائے۔

وہ تو نوکری پاکر شادی کرنا چاہتی تھی۔ چھوٹی بہنوں کو اچھی تعلیم دلانا چاہتی تھی تاکہ وہ اس دنیا میں ترقی کر سکیں۔ ماں کا نام روشن کر سکے۔۔

○

"اب تم میری ہو گئیں —"

بیڈروم میں آہستہ سے لا کر بٹھاتے ہوئے کہا۔

اور پھر دراز سے کوئی چمکتی چیز دکھاتے ہوئے بولا!

"اُف دیکھا — میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اسقدر خوبصورت لگوگی —" وہ آہستہ آئینے کے سامنے گھسیٹ لے گیا۔

"دیکھو، دیکھو — اپنے جسم کو دیکھو۔ اپنے رنگ روپ کو دیکھو — میں تو دیوانہ ہوئے جا رہا ہوں —"

اسنے ڈرتے ڈرتے آئینے کی جانب دیکھا۔ وہ خود کو پہچان نہیں پائی — اس بھاری جوڑے میں تو اس کا وجود کھل اٹھا تھا۔ جیسے ہزاروں بار کے کچلے مسلے پھول کو شبنم میں دھو دیا گیا ہو اور اس کی پنکھڑیوں میں پھر سے جان آگئی ہو۔

اس نے اپنی رگوں میں دوڑتی ہوئی گرمی کا احساس ہوا اور وفورِ جذبات سے مغلوب ہو کر اس کی چھاتی پہ سر رکھ دیا۔

شام کے چار بج رہے تھے جب اس نے آنند کی آنکھوں میں ویسے ہی سرخ سرخ ڈورے تیرتے دیکھے تھے۔ اس نے بیتاب ہو کر اسے بیڈ پہ لٹا دیا۔ پھر اس احتیاط سے اس کے کپڑے اتارنے لگا جیسے اُسے یہ احتمال ہو کہ ذرا سی بد احتیاطی سے وہ ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔"

اس کی رگ رگ میں پیار کی آتشِ سیال دوڑنے لگی۔ اس نے خود کو پوری گرمجوشی کے ساتھ اپنے شوہر کے حوالے کر دیا۔ اب اسے جلد فارغ ہونے کے لئے کسی بھی داؤ پیچ کی ضرورت دکھتی اور نہ اس کو وہ ایک ناگوار فرض کی طرح انجام دے رہی تھی۔ آنند بے تابانہ اسے چوم رہا تھا اور وہ اسے چوم رہی تھی۔ پیار کا جواب پیار سے۔ خیر سگالی اور تعاون کے ساتھ کمرے میں ایک ساتھ کئی بجلیاں کوندی تھیں۔ عشق و محبت کے سرچشمے پھوٹ نکلے — پیار کی پھواریں پڑنے لگیں۔ تسکین باہمی کی برسات ہونے لگی اور عافیت کے سبزہ زار لہرانے لگے — وہ کب تک اس سبزہ زار میں سیر گشت کرتے رہے، کودتے پھاندتے اور ناچتے رہے وقت کا احساس انہیں نہیں ہو سکا۔ ہاں جب تھک کر دونوں بے دم ہو گئے اور سکون کی چھاؤں میں سستانے لگے تو فضاؤں میں جیسے مستی چھلکنے لگی تھی۔ جیسے گھٹائیں برس کر تھم گئی تھیں —

"دیکھا ہے۔"

"ہوں ___ اس نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔ اس کے چہرے پر تسکین کی سرخی چھائی ہوئی تھی ___ جیسے اس کی روح کی ازلی تشنگی کا مداوا ہو چکا ہو ___"

"ہوش میں ہو۔"

"نہیں ___ خواب دیکھ رہی ہوں ___"

"ہوش و حقیقت کی دنیا میں آؤ ___ اب تم دیکھا نہیں مسز آسفہ ہو ___ اس گھر کی مالکہ ہو ___ تمہیں حیرت ہوگی کہ یہ گھر دو ہفتہ قبل خریدا گیا ہے ___ تمہیں آج سے ایک ہفتہ قبل میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا ___ میں ___ میں جنم کے رشتوں اور سنجوگ کی احمقانہ تھیوری کو نہیں مانتا تھا۔ یہ اب ماننا پڑ رہا ہے۔ اس نے اس کے عریاں سینے پر ایک بوسہ ثبت کرتے ہوئے کہا اس بوسے کی کیفیت سے وہ نہال ہو گئی۔ اس نے اس کے ہونٹوں کی جھنکار اپنے دل کی گہرائیوں تک محسوس کی تھی۔

"اٹھو ___ رمضانی چائے کے لئے کہہ چکا ہے۔"

وہ ہزار ہوشیاری سے اٹھی اور سیدھا اٹیچ باتھ روم میں گھس گئی اس کے زردی مائل گورے چہرے کا رنگ اب کچھ گندمی ہو گیا تھا۔ یہ ایک بھرپور اور طمانیت بخش قربت کا نتیجہ تھا گناہ کا احساس قربت کے بعد چہرے کو پیلا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر یہ احساس نہ ہو تو اس کے جسم کے گلاب کھل اٹھتے ہیں۔ آج تو اس قربت کے بعد ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس نے اب تک

کسی مرد کی قربت نہیں کی تھی۔۔ یہ سب کچھ جو اب ہوا ہے پہلی بار ہوا ہے۔۔ پہلی بار بالکل پہلی بار ــــ آنند اسے دیکھ رہا تھا۔
اور غسلخانے میں شاور کے نیچے نہاتے وقت اس کو خیال آرہا تھا کہ اس کا شوہر اتنا طاقتور ہے کہ اگر کبھی اس نے کوئی حرکت کی تو وہ اس کو قتل کر دیگا۔ اس کی ہڈیاں توڑ دیگا۔

اور عورت کو جب یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اس کی حفاظت کرنے والا طاقتور ہے تو اس کی روح میں پاکیزگی کے دھارے پھوٹ نکلتے ہیں اور اس کا وجود ایک ایسی چٹان بن جاتا ہے جس کے لیے پوری دنیا کی تمام تر صعوبتوں کو مردانہ وار برداشت کرنے کی اہل ہو جاتی ہے۔"

تھکن بہت تھی ، جوڑ جوڑ میں میٹھا میٹھا درد تھا ۔
اس کا جی چاہ رہا تھا کہ ایک بار پھر وہ اس چوڑے چکلے سینے میں سما جائے ، لیکن اب ساتھ ہی اسے سبھائی کی یاد ستا رہی تھی ۔
ماں کی گالی اس کے کانوں میں گونج رہی تھی ۔

" کھسما کھانی ــــ "

وہ بار بار شرمائی جا رہی تھی ۔

اور آنند اسے ستا رہا تھا ۔

" میں نے اپنی ماں سے وعدہ کیا تھا کہ کسی ایسی لڑکی کو شریک حیات بناؤں گا جسے ہندوستان کے ذلیل معاشرے نے ٹھکرا دیا ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے ان سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ۔ ۔ ۔ اب تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا ۔ ۔

"پلان تو بتاؤ ۔۔" تم کہہ رہے تھے کہ تم ان برائیوں کو ختم کرنے کے لئے ایک اندولن چلاؤ گے ۔"

"ہاں اب جبکہ اپنے دل کی جانب سے سکون حاصل ہوا ہے اسی موضوع پر ہم گفتگو کریں گے ۔"

"تو کرو ۔۔" وہ اسٹلائی غیریت کا شائبہ وہ آنند سے نہیں محسوس کر رہی تھی ۔

"پہلے ہم ایک سینٹر کھولیں گے ۔"

"سینٹر ۔۔ ؟"

"ہاں ۔۔۔ اسی عمارت میں ۔ اور تم اسے چلاؤ گی ۔۔ تمہاری نظر میں جس قدر بھی لڑکیاں ہیں انہیں یہاں آنے کے لئے آمادہ کرنا ہے۔ انہیں یہاں پر بلا کر عصمت اور پاکیزگی کی حفاظت اور زندگی کو اس تباہ کن راستے سے بچا کر صراط مستقیم حاصل کرنے کی ضرورت پر زور دینا تمہارا موضوع ہوگا ۔۔ میرا خیال ہے کہ کوئی لڑکی یہ کام نہیں کرنا چاہتی ۔۔۔ اور دل سے اسے چھوڑنے کی خواہش رکھتی ہے لیکن اسے سہارا نہیں ملتا اور وہ گناہ کے بھنور میں ڈوبی رہتی ہے تمہیں ایسی ستائی ہوئی لڑکیوں کا سہارا بننا ہے ۔ عورت عورت کو اچھی طرح سمجھ سکتی ہے اس لئے تم سے بہتر اور کوئی نہیں ہوگا ۔۔ اخراجات کی پرواہ مت کرنا ۔۔"

"لیکن آنند ! کیا اس سے سارے ملک میں پھیلی ہوئی یہ گناہ کی بیماری کا سدِباب ہو جائے گا ۔۔ ؟"

"گاندھی جی نے پہلے افریقہ سے ایک معمولی ایجی ٹیشن شروع

کیا تھا، اس وقت کسے یقین تھا کہ ایک دن ان کی تحریک برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی، تم دیکھنا اس ملک کی تاریخ میں یہ سینٹر ایک تیرتھ کا مقام حاصل کرے گا اس کا دائرہ عمل بڑھتا جائے گا اور .... یقیناً اس کا اثر ملک کی سماجی حالت پر پڑیگا ہم یہاں سے ایک اخبار بھی نکالیں گے جس میں نیکی کی تلقین کیجائیگی"

"آنند ــــ تم نے کتنا عظیم مشن شروع کر رکھا ہے۔ لیکن حالات ایسے ہیں کہ شاید کامیابی ممکن نہ ہو ــــ" ریکھا نے کہا۔

"ڈیل کارنیگی نے لکھا ہے کہ تم چل پڑو منزل خود بخود تمہارے قدم چومے گی ــ۔ تم نے شاید اخبارات میں پڑھا ہو بیرونی ممالک میں بھی ایسے ہی سینٹر چل رہے ہیں اور انہیں آہستہ آہستہ خلافِ توقع کامیابی حاصل ہو رہی ہے ــــ"

میں تمہیں وہاں کی بھی سیر کرا آؤں گا ۔"

"میں صرف چار یا پانچ لڑکیوں کو جانتی ہوں جو یہ دھندا کرتی ہیں ــــ"

"اور ان میں سے ہر ایک چار چار یا پانچ کو جانتی ہوگی اس طرح یہ سلسلہ پھیلتا چلا جائے گا ــــ تم ایک بار کام شروع تو کرو۔ باقاعدہ میدان عمل میں آ جاؤ ــــ"

"میں کوشش کروں گی ــــ ہم... مگر ــــ"

وہ اٹک کر رہ گئی ــ

"تم کچھ کہنا چاہتی تھیں ــــ ؟"

"ہاں ــــ"

"تو صاف صاف کہو ڈر کیوں رہی ہو — !" آنند نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ "تمہاری زندگی کا کوئی تاریک سے تاریک پہلو مجھ سے پوشیدہ نہیں رہنا چاہیئے۔"

"وہ ایک آدمی ہے — بردکر — جس کا نام تم نے لیا تھا۔ وہ مجھے پولیس کے حوالے کر دے گا۔"

"کیوں — پولیس کیوں — ؟" وہ ایک لمحہ کے لئے حیرت زدہ ہوا۔

"اس کے پاس ایک ایسا فوٹو ہے جس میں — میں ایک ایسے آدمی کے ساتھ ہوں جس کی تلاش پولیس کو ہے، اس پر جاسوسی کے سنگین الزامات ہیں۔"

"اچھا۔"

"ہاں —"

"اس کا بھی علاج کر دوں گا۔"

"لیکن وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"وہ سب کچھ یقیناً پیسے کے لئے کریگا اور ہم سے وہ مل جائیگا۔"

وہ مطمئن ہو گئی۔

"پھر میں اب جاؤں۔"

"کہاں — ؟" آنند پھر اسے آغوش میں بھرتا ہوا بولا۔

"گھر — میرا چھوٹا بھائی، میری پاگل ماں میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"انہیں یہیں بلا لو۔"

"نہیں — اب جانے دو میری جان — کل صبح کو تم ایکم لیجاؤ گے تو ڈھنڈورا پٹ جائیگا — سب جان جائیں گے کہ میں نے شادی کر لی ہے۔"

"تم ایسا بہتر خیال کرتی ہو تو یونہی سہی لیکن یہ حسین رات شاید میں سو نہ پاؤں۔"

"اب تو جیون بھر کی تمام راتیں میں نے تمہارے چرنوں میں ارپن کر دی ہیں —"

"اچھی بات ہے — اسی احساس کے ساتھ یہ رات گزار لونگا۔"

"باتیں بہت اچھی کر لیتے ہو —" وہ اس کے بھرے بھرے گالوں میں چٹکی لیتے ہوئے بولی —

"میں کپڑے تبدیل کر لوں —"

"کیوں —؟"

"اس لیے کہ میں ان کپڑوں میں گھر ...."

"تم نے شادی کی ہے پھر — پھر شرمانے کی کیا بات ہے — بانگ دہل اعلان کر دو کہ تم نے شادی کر لی ہے — یہ کوئی گناہ نہیں ہے — جرأت پیدا کرو — ہندوستانی عورت کو بھی اب نئے وقت کی پکار سننی چاہیئے اور انقلاب کی صدا پر لبیک کہنا چاہیئے —"

"تم مجھے کیا بنانا چاہتے ہو —؟"

"لیڈر رانی —" آنند نے اُسے خوب دبوچ کر پیار کیا۔ پھر آنند نے اسے چھوڑ کر رمضانی کو آواز دی —

"یس باس —" رمضانی فوراً انڈے میں آ کر باہر سے

پوچھا ــــ

"ہماری مسز کو ان کے گھر چھوڑ آؤ۔ صبح ہم خود انہیں وداع کرانے جائیں گے ــــ"

"آل رائٹ سر!"

"جاؤ کل صبح میں خود تمہیں لینے آؤں گا۔"

اور ریکھا اس سعاری جوڑے میں جس میں شکنوں کے باوجود شعاعیں سی پھوٹ رہی تھیں جگ مگ کرتی ہوئی وہ لڑکھڑاتی پائل کھاتی پورٹیکو میں آ گئی ــــ

رمضانی نے دروازہ کھولا۔

اور وہ مہارانیوں کی سی تمکنت کے ساتھ پچھلی نشست پر بیٹھ گئی ــــ آنند وراندے میں کھڑا ہوا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا ــــ

اس نے ہاتھ ہلایا۔

ریکھا نے بھی ایک دستی سفید رومال ہلایا۔ پھر رمضانی نے ایک ماہر ڈرائیور کی طرح کار اسٹارٹ کر دی۔

اس نے رمضانی کو راستہ بتایا۔ اور پندرہ منٹ بعد گاڑی اس چھوٹے سے کوارٹر کے سامنے کھڑی تھی ــــ ہارن کی آواز سنکر پنت پلکھا کر باہر نکل آیا۔ گلی میں اتنی شاندار گاڑی شاید پہلے کبھی نہیں آئی تھی ــــ اودھم مچ گئی جب ریکھا دلہن بنی لجاتی بل کھاتی کار سے اتری اور ڈرائیور نے سر جھکا کر اُسے سلام کیا اور وہ سر کے خفیف سے اشارے سے جواب دیتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

اس راستے پر وہ شاید کبھی چلتی۔
لیکن حالات۔ حالات اُسے مکروہ راستے پر چلا چکے تھے۔
ان دنوں بڑھیا بیمار تھی۔
اس کے بچنے کی آس نہیں رہی تھی۔ اُسے ولنڈنگ ہاسپٹل میں داخل کیا گیا تھا، گھر میں وہ اکیلی تھی ان دنوں منچندا صاحب کو مرے ہوئے دو سال ہو گئے تھے ۔۔ یہ اب سے پانچ سال پہلے کی بات ہے۔ گھر میں فاقہ، ماں اسپتال میں اور طرہ یہ ہوا کہ چمن کو ٹی بی نے گھیر لیا۔ وہ صبح سبزی کا نہار اسکول گیا تھا۔ جاڑے بجے لوٹ کر آیا تو بالکل بھیرو کا تھا۔۔۔ اس نے پہلے کہیں سے انتہائی کوشش کی لیکن کچھ نہ ہو سکا۔
پتاجی کی پرانی سائیکل جو پچھلے دنوں چالیس روپے میں فروخت کی تھی ان میں سے ایک ایک پیسہ خرچ ہو گیا تھا۔
اب کیا ہو!
وہ اپنی بھوک برداشت کر سکتی تھی فی الحال دو دن کی ہی تو بات تھی کیونکہ اس نے گھر کی آخری قیمتی شے پیتل کی بالٹی فروخت کرنے کے لیے رشاتی کے حوالے کر دی تھی، پتہ نہیں اس نے بیچی تھی یا نہیں بہرحال جب وہ اس کے گھر گئی تو وہ اپنے میکے مودی نگر چلی گئی تھی۔
اور دو دن بعد اس نے آنا تھا برا حال تھا اس کا۔ گھر میں تو اب پانی پینے کے لیے برتن بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔
ننھا چمن بخار میں پھنک رہا تھا۔
اور وہ بالیہ رام سیٹھ کی دکان تک دوبارہ جا چکی تھی۔ وہ اکڑ

"دیدی ——" میں لعل چیخا تھا۔
پاگل بڑھیا کی آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی تھی۔ اس کی بیٹی پورے سنگھار کے ساتھ تھی —— وہ پوری آواز سے چیخی۔
"گھسا کھانی ——"
"دیدی —— دیدی ——" چمن لعل شاید سوچ بھی نہیں پا رہا تھا کہ یہ اس کی بہن ہو سکتی ہے —— جو پوری طرح دلہن بن سکتی ہے۔"
"دیدی —— تم کہاں سے آ رہی ہو —— وہ موٹر —— ؟"
"ہاں میری ہے۔ بیرن ——"
اس نے چمن کو آغوش میں بھینچ لیا۔
"میں نے شادی کر لی ہے۔ یہ موٹر تیرے جیجا کی ہے —— وہ کل مجھے لینے آئیں گے ——"
"جیجا جی کی —— وہ کہاں ہیں —— وہ بے چینی سے بولا —— اور بہن سے لپٹ گیا۔
"کل آئیں گے تو دیکھ لینا ——" اس نے بھائی کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔
"پھر تم ہمیں چھوڑ کر چلی جاؤ گی ——؟"
"نہیں ——" میں نہیں جاؤں گی تمہیں چھوڑ کر —— تمہارے جیجا جی کی بہت بڑی کوٹھی ہے —— مزے سے رہا کرنا ——"
"دیدی ——"
اس کی آنکھیں بھر آئیں ——" بڑھیا پھر چیخ رہی تھی۔
"گھسا کھانی ——"

"ماں بیمار ہے ۔۔۔ آج پھر اسے بخار ہو گیا ہے ۔ پانی میں بھیگتی رہتی ہے نا ۔۔۔" چمن لعل بولا ۔ ریکھا نے چمن کو چھوڑا اور ماں کی جانب بڑھی ہی تھی کہ گھر محلے کے لوگوں سے بھر گیا ۔ اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ ان میں جگو نہیں ہے ۔

چمن لعل، سب کو بتانے لگا ۔

"میری ریدھی تے بیاہ کر لیا ہے ۔۔۔ جیجا جی کل لینے آئیں گے"

وہ آنگن میں سنجی کیے ہوئے بیٹھ گئی ۔۔۔ چاچی بیراں نے فوراً پانچ کا ایک نوٹ اس کے آنچل میں ڈال دیا ۔ پھر بولی ۔

"پر یہ کیسی شادی ہے ری ۔۔۔ نہ بارات آئی نہ پھیرے پڑے"

"میں نے مندر میں بیاہ کیا ہے چاچی ۔۔۔" ریکھا نے بڑی بڑی ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا ۔

"میرا کوئی نہیں تھا اس دنیا میں تو میں نے خود ہی ۔۔۔"

اتنا کہہ کر وہ رو پڑی ۔۔۔ چاچی بیراں نے اسے آغوش میں سمیٹ لیا ۔

ایک عورت جو رامو لوہار کی بیوی تھی اپنے ساتھ کھڑی ایک عورت سے کہہ رہی تھی ۔

"کسی لمبی جگہ ہاتھ مارا ہے ریکھا نے ۔ دیکھی تھی وہ موٹر کتنی شاندار تھی ۔۔۔"

"بن باپ کی بچی کرتی بھی کیا ۔۔۔" دوسری بولی ۔

"چلو ۔۔۔ ادھر ادھر منہ کالا کرتی بھاگ جاتی اس سے تو بہتر ہوا ۔۔۔"

عورتیں طرح طرح کی باتیں کر رہی تھی۔

پھر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد۔ وہ سب چلی گئیں۔ اس کے کپڑے تبدیل کئے گئے پھر بوکھلائے ہوئے چمن لعل کے ساتھ رسوئی میں آگئی اور آٹا گوندھنے لگی۔ چمن چولہا جلانے کی کوشش کرنے لگا ——— روٹی بنانے کے درمیان اُسے کوئی ہوش نہیں تھا۔ اُسے تو اب تک جو کچھ ہوا تھا ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی حسین سا خواب دیکھ رہی ہو ——— ایسا خواب جس میں ہر طرف رنگ ہی رنگ دکھائی پڑ رہے تھے۔

——— ختم ———

"کیوں جی — کس کا انتظار کر رہے ہو — ؟"

رات دس بجے بعد بس اسٹاپ پر ٹہلتے ہوئے ایک آدمی کو دیکھ کر جگو نے کہا — وہ یونہی ہوا خوری کے لئے ادھر آگیا تھا۔ اس کے ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے کہ آخر اس ریکھا کی بچی کو ہوا کیا ہے، کہتی ہے شادی کر لی ہے — وہ تو سمجھا تھا کہ لونڈیا کچھ دن کے لئے یعنی بڑی آسانی سے پھنس گئی تھی۔ اور وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ وہ چالو مال ہے۔ لیکن کاروالا — شادی — یہ سب سمجھ میں نہیں آرہا تھا — کیا پتہ یہ فراڈ ہو — یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اس نے کس کے ساتھ شادی کر لی کون ایسا مل گیا جو اتنی شاندار کار رکھ سکتا ہے۔ وہ اسے چھوڑنے آیا شاید وہی —

پورے محلے میں اس کی شادی کی بات گونج رہی تھی ہر طرف حیرت تھی — زیادہ تر لوگ ریکھا کی تعریف کر رہے تھے کہ اس

نے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے ۔۔ لیکن بظاہر کھلنڈرے سے
نسل آنے والے جنریشن کے لئے ' یہ خبر ایک دھماکے سے کم نہیں
تھی ۔۔۔ اس نے تو اندازہ لگا رکھا تھا کہ اب کچھ دن تک
اطمینان سے اس کے ساتھ موج اڑائے گا ۔ کتنے اطمینان سے
چڑیا پھنس گئی تھی ۔ تھوڑا سا ناٹک کرنا پڑا تھا اور تھوڑا سا
ڈراوا اور دینا پڑا تھا ۔ اب اسے جی بی روڈ جانے کی ضرورت
نہیں تھی وہاں جانے پر خواہ مخواہ پولیس اور دلتوں کا ڈر رہتا
تھا ۔ بدفعلی کا خطرہ لگا ہوا تھا ۔

پر اب وہ چڑیا اڑ چکی تھی ۔

پھر بھی اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس سے ملے گا ضرور ۔ اور
اس سے راستہ میں ملنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی اس لیے
وہ ٹہلتا ہوا بس اسٹاپ کی طرف گیا تھا ۔ بس اسٹاپ
پر ایک شخص اس نے دیکھ لیا تھا ۔

وہ اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے اسے شدت سے کسی بس
کا انتظار رہو ۔ لیکن جگو کو علم تھا کہ آخری بس جو پنتالیس نمبر
کی تھی کبھی کی جا چکی ہے ۔

اور پھر جگو نے اسے پہچان لیا

یہ وہی آدمی تھا جس کے ساتھ اس دن ریکھا باتیں کرتی
ہوئی دیکھی گئی تھی ۔ اور جس کے حوالے سے وہ ڈر گئی تھی اور
اس کا کام بن گیا تھا ۔

"کیوں جی ۔۔۔ " جگو نے ایکدم اسے مخاطب کیا تھا ۔

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

"کس کا انتظار ہے ؟"

"تم سے مطلب! — کون ہو تم — وہ سیاہ سوٹ والا غرایا —

"سو کا نوٹ دینے والی کا انتظار ہو شاید میں نے سوچا۔" جگو نے قریب جا کر معنی خیز انداز میں کہا —

"کیا — ؟"

"میرا مطلب ہے مس ریکھا — اسے تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں پر وہ اب آنے والی نہیں ہے — وہ تو شام ہی آ گئی تھی — اس کی شادی ہو گئی ہے — پر اب آپ اس سے اپنا سارا قرضہ ایک وقت میں چکا سکتے ہیں، اس کے پتی کے پاس شاندار نئے ماڈل کی گاڑی ہے — کیا سمجھے!"

"ہوں — تو آپ جانتے ہیں کہ ریکھا کا انتظار کر رہا ہوں"

"ہاں — میں جانتا ہوں کہ تم ریکھا کا انتظار کر رہے ہو۔"

"تو اس کی شادی ہو گئی ہے — ؟"

"ہاں —"

اس کی شادی ہو گئی ہے —

ویری گڈ — آپ کا نام — ؟

"مجھے جگو کہتے ہیں —

"صرف جگو — ؟"

"نہیں جگدیش لعل ورما —"

"ریکھا سے کیا تعلق ہے — ؟"

"مجلے داری ——" اس نے جواب دیا۔ کپور کی چندھی
آنکھیں جھکمسا رہی تھیں۔
"یا اس سے آگے بھی ——"؟
"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا بابو جی ——"
"میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کا شادی کر لینا
تمہیں کیسا لگا ہے ——؟"
"کچھ اچھا نہیں لگا —— "وہ مسکرایا۔
"تمہارا اس کا سلسلہ کبھی چلا ہے۔؟"
"جان کر کیا کرو گے —— ؟"
"ہو سکتا ہے میں کچھ ایسا انتظام کر دوں کہ وہ تمہارے لیے
ریزرو ہو جائے —— ویکھو ایسے دانے آسانی سے نہیں ملتے۔
"آپ جب تک اپنا مکمل تعارف نہیں کرائیں گے میں کوئی بات
کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کیا سمجھے ——" جگو نے چہاتی چلاتے
ہوئے کہا۔
"تعارف ——" کپور سگریٹ سلگاتے ہوئے مسکرایا۔
"ہاں ——"
"کیا تم میرے ساتھ چل سکتے ہو —— ؟" اس نے کچھ سوچتے
ہوئے کہا۔
"کہاں —— ؟"
"بس کناٹ پیلس تک۔"
"چلیے —— لیکن کیوں —— ؟"

"تمہیں لیجا کر ماروں گا نہیں — دوستی کی بنیاد پکی کردوں گا۔ تمہیں بتاؤں گا دوست کہ میرا اور ریکھا کا کیا تعلق ہے، اور اس کے بعد تمہاری مرضی ہے جو کرنا چاہے — تم شاید ڈر رہے ہو؟"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا — کالج میں لونڈے مجھ سے کتراتے ہیں، مجھے ایک ہاتھ مارنے والے کے ہاتھ جڑ سے اکھاڑے جا سکتے ہیں۔"

"اوکے۔" "چلو۔"

"لیکن کنو میں —"

"آیئے! اِدھر روز سینما کے ساتھ میری گاڑی کھڑی ہے۔"

"ویری گڈ —"

دونوں ساتھ ساتھ چل دیئے —

راہ میں کپور بتا رہا تھا۔

"وہ میری ٹرانسپورٹ کمپنی کی ایک گاڑی ہے۔ میں نے اُسے سپلائی کر کے برابر روپیہ کمایا ہے — لیکن اب وہ مجھ سے دغا بازی کر رہی ہے — یہاں اسے آسانی سے نہیں چھوڑوں گا۔ اور ہاں — تم بھی تو بتاؤ کہ تم نے اس سے —؟"

"میں نے ایک بار اس کے ساتھ — پر میں چاہتا ہوں کہ وہ آگے بھی میرے لئے حاضر رہے لیکن وہ کار والا کون گھس آیا ہے مجھ میں نہیں آیا —"

"میں تمہیں ایک سے ایک لڑکیوں کے ساتھ عیش کراؤں گا۔ پیسہ بھی خرچ کروں گا لیکن تمہیں یہ کام کرنا ہوگا کہ وہ کون آدمی ہے

جس نے اس کو بہکا لیا ہے ۔۔۔ "

" میں تیار ہوں ۔۔۔ اپنا پتہ بتا دو ، اس کے لیے پھر میں تم سے رابطہ قائم کر لوں گا ۔۔۔ "

" ابھی جگہ دیکھ لو تو کیا حرج ہے ۔۔۔؟ " کپور مسکرایا ۔

" اور اگر تم نے وہاں لیجا کر میری پٹائی شروع کر دی تو ۔۔۔؟ "

جگو مسکرایا ۔

" میں نے تم سے سچائی بیان کر دی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں بد معاش ہی ہوں ۔۔۔ بس یہ تو اصول کی بات تھی کہ جس سے دوستی کرو اس سے جھوٹ نہ بولو ۔۔۔ "

جگو نے کپور کی طرف نہیں دیکھا ۔

کار چلتی رہی ۔

کار ایک بلڈنگ کے سامنے جا کر رکی ۔

پھر دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ جگو اس کے ساتھ لفٹ پر چڑھ کر ایک ایسے فلیٹ کے دروازے پر پہنچا جس کے باہر پیتل کا بورڈ لٹکا ہوا تھا ۔

" دی کپور ٹرانسپورٹ ایجنسی آفس ۔ "

دروازہ کھلا ہی ہوا تھا ۔ اندر واقعی پورا آفس بنا ہوا تھا ۔ ایک میز پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جو اطمینان سے جاسوسی ناول پڑھ رہی تھی ۔ اس کا سفید پرس میز پر رکھا ہوا تھا ۔ کپور کو دیکھتے ہی وہ چونکی ۔

" موہن کدھر گیا ۔۔۔؟ " کپور نے اس لڑکی سے پوچھا ۔ لڑکی